قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی (الحدیث)

۱۲ مسائل

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (الحدیث)

۱۲ عقائد

تالیف

پیر حافظ محمد زمان نقشبندی قادری

خطیب جامع مسجد غوثیہ 237 البرٹ روڈ آسٹن برمنگھم U-K

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی او کما قال الحدیث

۱۲ مسائل

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار او کما قال الحدیث

۱۲ عقائد

تالیف

پیر حافظ محمد زمان نقشبندی قادری

خطیب جامع مسجد غوثیہ 237 البرٹ روڈ آسٹن برمنگھم U.K

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	۱۲ مسائل و ۱۲ عقائد
مصنف	محقق اہلِ سنت حضرت علامہ پیر حافظ محمد زمان نقشبندی قادری
اشاعت	بارِ اوّل
تعداد	۱،۰۰۰
پروف ریڈنگ، کمپوزنگ و ڈیزائننگ	حافظ محمد خالد محمود منشی محلہ منڈی بہاؤالدین فون نمبر 508778
مطبع	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
قیمت	
ملنے کا پتہ	دار العلوم جلالیہ نقشبندیہ منگلا کالونی ضلع جہلم

فہرست مضامین

خصوصیّاتِ کتاب

۱۔ تمام کتاب باوضو لکھی گئی۔

۲۔ اس کتاب کا کچھ حصہ مرکزی جامع مسجد محمدیہ نوریہ منگلا کالونی میں لکھا گیا اور کچھ حصہ مرکزی جامع مسجد غوثیہ البرٹ روڈ آسٹن برمنگھم (برطانیہ) میں لکھا گیا۔

پیش لفظ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعد فاعوذ با اللہ من الشیطٰن الرَّجیم۔ بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم۔ والّذین اٰمنوا و عملو الصّٰلحٰت اُولٰئک اصحٰبُ الجنّۃ ھُم فیھا خٰلدوْن۔

(ترجمہ) وہ جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے' وہ جنت والے ہیں، وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔

یاد رہے کہ

ایمان کے بغیر کوئی بھی عمل صالح مقبول نہیں۔ لیکن عملِ صالح کے بغیر ایمان مقبول ہے۔ دنیا میں ہر کوئی' خواہ وہ ہندو ہو یا سکھ، عیسائی ہو یا یہودی' عملِ صالح کرنے کی دوسروں کو ترغیب دیتا ہے، اور خود بھی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضاوخوشنودی کے موجب' وہ نیک اعمال ہیں' جو ایمان کے ساتھ ہوں۔

اس دنیا میں اچھے کام کے طور پر کیا کچھ نہیں کیا جاتا۔ غریبوں، محتاجوں اور ناداروں کیلئے خیراتی ہسپتال کھولے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے تعلیمی ادارے بنائے جاتے ہیں۔ لاوارث اور یتیم بچوں کیلئے سپیشل سنٹرز، مسافروں کیلئے سرائے، فلاح و بہبود کی انجمنیں، ویلفیئر سوسائٹیز' غرضیکہ ہر جگہ بہت کچھ کیا جاتا ہے۔ مگر جب تک کوئی اللہ اور اسکے رسولِ مقبول ﷺ پر ایمان نہیں لاتا، حقیقی اور اخروی فلاح و کامرانی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ ان اچھے کاموں کا بدلہ' اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہی چکا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ

معلوم ہوا کہ

اعمالِ صالحہ..... کی مقبولیت کا دارومدار' ایمان پر ہے۔ لیکن.....

ایمان..... کی تکمیل کا انحصار' سرکارِ دو عالم ﷺ کی ''محبت'' پر ہے۔

کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ

وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اَوْمِنْ نَفْسِہٖ.

(ترجمہ) تم میں سے کوئی بھی' اس وقت تک' کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا،
جب تک میں اُسکے نزدیک' اُس کے ماں باپ، اُس کی اولاد، اور دوسرے
تمام لوگوں سے، حتّٰی کہ اُس کی اپنی جان سے بھی بڑھ کر' محبوب نہ
ہو جاؤں۔

غور فرمائیں !

ہم اللہ پر ایمان' صرف آپ ﷺ کے ہی' بتلانے پہ لائے ہیں۔ ورنہ' اگر وہ ہمیں
ایسی تعلیم نہ دیتے تو ہمیں اللہ کی کیا خبر تھی۔ پہلے کی طرح آج بھی ہم بتوں کے آگے سجدہ ریز
ہوتے۔ شجر و حجر کو پوجتے ہوتے۔ اس ظلمت سے نکالنے والے محسنِ اعظم ﷺ پر' سچے اور پکے
دل سے' ایمان لا کر ہی' ہم اللہ تبارک و تعالیٰ پر ایمان لا سکتے ہیں۔

ہم نے' اللہ جل جلالہ کو اپنا معبودِ حقیقی' ان کے بتلانے پر ہی تو مانا ہے.... اگر
وہ ہمیں نہ بتاتے' تو ہم' اپنے خالق و مالک اور معبودِ برحق پر' کیونکر ایمان لا سکتے تھے ؟

معلوم ہوا کہ

ایمان کے باب میں' سرکارِ دو عالم ﷺ ہی' ہمارے معلّم ہیں.....

چنانچہ عام دستور اور قاعدہ ہے کہ طالبِ علم کی کامیابی و کامرانی' استاد کی عزت و
احترام اور محبت میں مضمر ہے۔ جو اسٹوڈنٹ' اپنے ٹیچر کیلئے' اپنے دل میں عزت، احترام،

چنانچہ ایک سچا مومن! سرکارِ دوعالم ﷺ کو اپنے آپ سے، اپنے ماں باپ سے، اپنی آل اولاد سے، سب تعلقات سے، بلکہ ساری کائنات سے بڑھ کر، عزیز ومحترم اور محبوب رکھتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے آپ ﷺ کی محبت اور عشق ہی اسکے ایمان کی جان ہے۔

مگر..... کفار ومشرکین، یہود وہنود..... سب مل کر،

اس کوشش میں ہیں۔ کہ کسی طرح، مسلمانوں کے دل سے، اُنکے نبی ﷺ کی محبت نکال دو۔ تو یہ انتہائی بے ضرر، محض موروثی، رسمی اور نام کے مسلمان، رہ جائیں گے۔ کہ جنہیں اپنے مذہب وملت کی حرمت کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔

افسوس کہ

وہ کام، جو کافر لوگ صدیوں میں نہ کر سکے، خود مسلمانوں کے اندر کافروں کے ایجنٹوں نے، کر دکھانا شروع کر دیا۔ یہودیوں، ہندوؤں کے یہ ایجنٹ، اس سازش میں ملوث ہو کر، حضور ﷺ کی ذات کے بارے میں، متنازع مسائل وعقائد گھڑنے لگے۔ اِس طوفان کی ایک شکل غیر مقلدیت، وہابیت، نجدیت اور دیوبندیت ہے۔ بدبخت غیر مقلد وہابی، نجدی اور دیوبندی، ہر وقت اِسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کے اندر نئے متنازع مسائل وعقائد پیدا کیے جائیں۔ تاکہ اِن کے دلوں میں موجود، عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی شمع کو بجھا دیا جائے۔

بدعقیدگی کے یہ جراثیم یہود وہنود کی ملی بھگت سے، بڑی تیزی کے ساتھ ہر شہر ہر قریہ ہر بستی پر حملہ آور ہیں۔ ہماری منگلا کالونی میں بھی، غیر مقلدیت، وہابیت، نجدیت اور دیوبندیت کے چند دانے ہیں۔ جو الحمد للہ بسیار کوشش کے باوجود، ابھی تک منگلا کالونی میں اپنی کوئی جگہ نہ پا سکے ہیں۔ کیونکہ ہم اہلِ سنت والجماعت ان کے حربوں کو بخوبی سمجھتے ہیں.....

اللہ تبارک وتعالی، عزوجل وذوالجلال والاکرام، سے دعا ہے۔ کہ وہ اِن بدبختوں

کے دامِ فریب سے' ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور اپنے پیارے حبیب اقدس، سرکارِ رسالت مآب ﷺ کی سچی، پکی محبت اور والہانہ عشق عطا فرمائے۔

اس کتاب کے لکھنے کا سبب بھی یہی ہے کہ ایک غیر مقلد وہابی نے منگلا ہملٹ میں' عجیب عجیب' نت نئے مسائل بیان کرنا شروع کر دیے۔ بالخصوص رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر کہنے کے بارے میں' احادیث اپنے ہاتھوں سے لکھ لکھ کر' منگلا ہملٹ میں تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ اور اسطرح عوامِ اہلسنت کو پھنسانا چاہا۔ تو ہمارے شاگردِ رشید حافظ سلیم قادری اور حافظ محمد حسین چشتی نے اسکا محاسبہ کیا۔ بتاریخ ۲۱ مئی ۲۰۰۰ء' اُسے پکڑ کر میرے پاس لے آئے۔ مگر یہاں' وہ ہر بات میں لاجواب تھا۔ یعنی کسی سوال کا جواب نہ دے سکا۔ اُس جاہلِ مطلق کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ بسم اللہ شریف کا ترجمہ بھی نہ کر سکا۔ بس وہی رٹی رٹوائی احادیث تھیں کہ جو غیر مقلدین وہابی مولویوں نے پکوا دیں۔ اور جھوٹ اتنا بولا کہ الامان....
کہنے لگا کہ رفع یدین کرنے کے بارے میں ۷۵۰ احادیث ہیں۔ میں نے اسے ایک مہینہ کی مہلت دی کہ ۷۵۰ احادیث لے آؤ۔ سال ۲۰۰۰ء ختم ہوا۔ ۲۴ جنوری ۲۰۰۱ء تک' میں منگلا میں ہی تھا اور اب یہاں انگلینڈ میں مئی ۲۰۰۱ء ہے۔ مگر وہ شخص ۷۵۰ احادیث نہ لا سکا۔
منگلا کے اس واقعہ کی وجہ سے میں نے چاہا کہ چند وہ مختلف فیہ مسائل اور عقائد' کہ جن کا بہانہ کر کے سادے اور بھولے بھالے سنیوں کو ورغلایا جاتا ہے' کے بارے میں' قرآن و احادیث کی روشنی میں' صحیح مسلک بیان کروں۔ چنانچہ یہ کتاب' میں نے منگلا میں لکھنی شروع کی۔ جو بارہ، بارہ مسائل اور عقائد پر مشتمل' تین حصوں میں منقسم ہے۔ جن کی مکمل تفصیل تو Contents میں موجود ہے۔ البتہ مختصر ترتیب حسب ذیل ہے۔

- اہلِ سنت والجماعت حنفی مذہب کے مطابق' نماز کے متعلقہ' ۱۲ مسائلِ صحیحہ
- وہابیوں، دیوبندیوں کی فقہ کے ۱۲ مسائلِ عجیبہ
- وہابیوں، دیوبندیوں کے ۱۲ عقائدِ باطلہ اور
  اہلِ سنت والجماعت کے اسلامی ۱۲ عقائدِ صحیحہ

یہ کتاب میں نے اس لئے لکھ دی ہے کہ عوامِ اہلِ سنت کے پاس دلائل کا ذخیرہ موجود ہو۔ اور اگر کوئی سر پھرا ان کو بہکانا چاہے تو اُس کو منہ توڑ جواب دے سکیں۔

میں نے اس کتاب کا نام ۱۲ مسائل و ۱۲ عقائد تجویز کیا ہے۔

آج ۲۳ مئی/ ۲۰۰۱ء، بمقام جامع مسجد غوثیہ، اس کتاب کی تکمیل سے فارغ ہوا۔ جو کوئی اس سے استفادہ کرے مجھ گنہگار کیلئے دعائے خیر کرے۔

طالب دعا

پیر حافظ محمد زمان نقشبندی قادری

خطیب جامع مسجد غوثیہ ، ۲۳۷ ، البرٹ روڈ ، آسٹن ، برمنگھم ، برطانیہ

پہلا حصہ

۱۲ مسائلِ صحیحہ

اہلِ سنت والجماعت حنفی مذہب، کے

مطابق

مسئلہ 1

''نماز میں مردوں کیلئے کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ صرف کندھوں تک خلافِ سنت ہے''۔

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے ثبوت میں' احادیث پیش خدمت ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ۳

بخاری و مسلم وطحاوی میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ اُذُنَيْهِ وَ فِىْ لَفْظٍ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ۔

ترجمہ

حضور نبی کریم ﷺ جب تکبیر فرماتے، تو اپنے ہاتھ مبارک کانوں تک اٹھاتے۔ دیگر الفاظ یہ ہیں کہ کانوں کی لو تک اٹھاتے۔

حدیث نمبر ۴

ابوداؤد شریف میں حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا فَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ اِلٰى قَرِيْبٍ مِّنْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔

ترجمہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے، تو اپنے مبارک ہاتھ کان کی لو تک اٹھاتے پھر رفع یدین نہ فرماتے یعنی ہاتھ نہ اٹھاتے۔

حدیث نمبر ~~۴~~ 5

مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم **رَفَعَ یَدَیْہِ حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ قَالَ اَحَدُ الرُّوَاۃِ حِبَالُ اُذُنَیْہِ ۔**

ترجمہ

بیشک انہوں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نماز میں داخل ہوتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے مقابل اٹھاتے۔

حدیث نمبر ۶ تا ۸

امام احمد، دارقطنی، طحاوی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم **اِذَا صَلّٰی رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَ اِبْہَامَاہُ حِذَاءَ اُذُنَیْہِ۔**

ترجمہ

رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے مقابل ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۹ تا ۱۱

حاکم نے مستدرک میں، دارقطنی اور بیہقی نے نہایت صحیح اسناد کے ساتھ جو بشرط مسلم و بخاری ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم **کَبَّرَ فَحَاذٰی بِاِبْہَامَیْہِ اُذُنَیْہِ ۔**

ترجمہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ؐ نے تکبیر کہی اور اپنے انگوٹھے کانوں کے قریب کر دیئے۔

حدیث نمبر ۱۲ تا ۱۳

عبدالرزاق اور طحاوی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم **اِذَا کَبَّرَ لِاِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یَکُوْنَ اِبْہَامَاہُ قَرِیْبًا مِّنْ شَحْمَۃِ اُذُنَیْہِ ۔**

ترجمہ

جب حضورِ اکرم ﷺ نماز شروع فرمانے کیلئے تکبیر فرماتے، تو یہاں تک اپنے ہاتھ اٹھاتے کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کی گدیہ کے مقابل ہوجاتے۔

حدیث نمبر۱۴

ابوداوٗد نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی کَانَتْ بِحِبَالِ مَنْکَبَیْہِ وَ حَاذٰی بِاِبْهَامَیْہِ اُذُنَیْہِ۔

ترجمہ

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ہاتھ مبارک اٹھائے' یہاں تک کہ ہاتھ شریف تو کندھوں کے مقابل اور انگوٹھے کانوں کے مقابل ہوگئے۔

حدیث نمبر۱۵

دار قطنی نے حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اِنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ اِفْتَتَحَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی حَاذٰی بِهِمَا اُذُنَیْہِ ثُمَّ یَعُدْ اِلٰی شَیْءٍ مِّنْ ذَالِکَ حَتّٰی فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِہٖ۔

ترجمہ

بے شک انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے یہاں تک کہ انہیں کانوں کے مقابل فرمادیا، پھر نماز سے فراغت تک رفع یدین نہ فرمایا۔ یعنی ہاتھ نہ اٹھائے۔

حدیث نمبر۱۶

طحاوی شریف نے حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت کی۔

اِنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ لِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ حِذَاءَ وَجْهِہٖ۔

ترجمہ

بے شک وہ حضورِ اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام ﷺ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، آپ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے، تو تکبیر فرماتے اور ہاتھ مبارک چہرہ شریف کے مقابل تک اٹھاتے۔

عقلی تقاضہ

عقلی تقاضہ بھی یہی ہے کہ نماز شروع کرتے وقت' کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں۔اس لئے کہ عُرفِ عام میں جب کسی چیز سے توبہ یا بیزاری کا اظہار مقصود ہو' تو کانوں پر ہاتھ رکھوائے جاتے ہیں، کندھے نہیں پکڑوائے جاتے۔گویا نمازی اپنے قول (یعنی تکبیرِ تحریمہ) سے نماز شروع کرتا ہے۔اور اپنے عمل سے کانوں پر ہاتھ رکھ کر' دنیا سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہے۔لہذا نماز شروع کرتے وقت کانوں کو ہاتھ لگانا بالکل مناسب ہے۔ جبکہ کندھے پکڑنا خلاف عقل ہے۔ (جاء الحق حصہ دوئم)

اعتراضات و جوابات

اعتراض نمبرا

مسلم و بخاری نے حضرت ابو حمید ساعدی سے ایک طویل حدیث نقل کی۔جس کے الفاظ یہ ہیں۔اِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ حضور ﷺ جب تکبیر فرماتے تو اپنے ہاتھ شریف کندھوں کے مقابل کرتے تھے۔

انہیں مسلم و بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ یعنی حضور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک اپنے کندھوں کے مقابل کرتے تھے۔معلوم ہوا کہ کندھوں

تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

جواب:

یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جب کانوں سے انگوٹھے لگائیں گے تو ہاتھ کانوں تک بھی ہو جائیں گے، اور کندھوں تک بھی۔ دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ جب کہ کندھوں تک انگوٹھے لگانے سے ان احادیث پر عمل نہ ہو سکے گا کہ جن میں کانوں کا ذکر ہے۔ حنفی المذہب میں دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہابی غیر مقلد ایک قسم کی احادیث چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا حنفی مذہب جامع مذہب ہے۔

اعتراض نمبر ۲

آپ نے کانوں کے متعلقہ جو حدیثیں بیان کی ہیں وہ ضعیف ہیں لہذا قابل عمل نہیں۔

جواب:

اس کے چند جواب ہیں۔

۱۔ وہابی غیر مقلد اپنی عادت کے مطابق اپنے مخالف حدیثوں کو بلاوجہ ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ حدیث کو ضعیف کہہ دینا ان کے نزدیک معمولی بات ہے۔

۲۔ ہم نے اس سلسلہ میں مسلم و بخاری کی احادیث پیش کیں کیا وہ بھی ضعیف ہیں؟

۳۔ وہابیوں غیر مقلدوں کا ان احادیث کو ضعیف کہہ دینا جرحِ مجہول ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں کیونکہ اس میں وجہِ ضعف نہیں بتائی گئی کہ کیوں ضعیف ہیں؟

چیلنج

سارے غیر مقلد وہابیوں کو عام اعلان ہے کہ کوئی مرفوع حدیث ایسی دکھاؤ، جس میں یہ بیان ہو کہ حضور اقدس ﷺ اپنے انگوٹھے کندھوں تک اٹھاتے تھے۔ نالائق وہابیو! سمجھو

اس بات کو کہ جہاں کندھوں کا ذکر ہے وہاں "یدیه" ہاتھ کا لفظ ارشاد ہوا ہے۔ اور جہاں کانوں کا ذکر ہے وہاں "ابھاماہ" انگوٹھا مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کندھوں تک ہاتھ اسی صورت سے اٹھتے ہیں کہ جب انگوٹھے کانوں تک لگیں۔

﴿ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين ﴾

X

تَحتَ السُّرَّۃِ وَرَوٰی عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَلَیْسَ بِالْقَوِیِّ۔ ابوداؤد نے فرمایا کہ سعید بن جبیر سے ناف کے اوپر کی روایت ہے۔ جبکہ ابوجلاد نے ناف کے نیچے کی روایت بیان کی ہے۔

(نسخہ ابنِ عربی)

دوسرا یہ کہ آپ کی پیش کردہ احادیث میں تعارض (اختلاف۔Contradiction) آ گیا ہے اور جب احادیث میں تعارض ہو تو قیاس سے ترجیح ہوتی ہے۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ زیرِ ناف والی احادیث قابلِ عمل ہوں۔ کیونکہ رکوع، سجود اور التحیات وغیرہ میں ادب ملحوظ ہے۔ تو چاہیے کہ قیام میں بھی ادب کا لحاظ رہے۔ زیرِ ناف ہاتھ باندھنا' ادب ہے۔ جبکہ سینے پر ہاتھ رکھنا' بے ادبی و گستاخی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کو زور نہ دکھاؤ۔ زاری، انکساری دکھاؤ وہاں زور نہیں چلتا' ادب چلتا ہے۔ میرے دوست! اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عاجزی انکساری اور زاری ہی سب سے زیادہ قبول ہے۔

چیلنج

غیر مقلد وہابیوں کے پاس' ایک بھی مرفوع، صحیح حدیث' بخاری و مسلم کی نہیں کہ جس میں مردوں کو سینے پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اگر کوئی ہے تو لاؤ۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 3

''نمازی' نماز میں' سورۃ فاتحہ سے قبل' تسمیہ (بسم اللہ شریف) آہستہ پڑھے۔ باواز بلند نہ پڑھے' کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔''

نماز میں' سورۃ فاتحہ سے قبل' بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنے کے متعلق' بہت سی احادیث ہیں، جن میں سے چند احادیث کا گلدستہ پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱ تا ۳

مسلم، بخاری اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَخَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

ترجمہ۔

میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے' اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے' نمازیں پڑھیں۔ میں نے ان میں سے کسی کو بھی' (سورۃ فاتحہ سے پہلے) بسم اللہ شریف (بلند آواز سے) پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

حدیث نمبر ۴

مسلم شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ کَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ۔

بلاشبہ نبی کریم ﷺ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ الحمد للہ رب العالمین سے

قرأت شروع فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۵ تا ۷

نسائی، ابن حبان اور طحاوی شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِى بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعُ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

ترجمہ

میں نے حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں' نمازیں پڑھیں۔ اِن حضرات میں سے کسی ایک کو بھی' (نماز میں) بسم اللہ شریف (بلند آواز سے) پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

حدیث نمبر ۸ تا ۱۱

طبرانی نے معجم کبیر میں، ابونعیم نے حلیہ میں، ابن خزیمہ اور طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِى بَكْرٍ وَّ عُمَرَ كَانُوْا يُسِرُّوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

ترجمہ

بے شک نبی پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آہستہ بسم اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲ تا ۱۴

ابوداؤد، دارمی، طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ يَفْتَحُوْنَ الْقِرَأَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ

بے شک نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ ''الحمدللہ رب العالمین'' سے قرأت شروع فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۵

مسلم شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ یَفْتَحُوْنَ الْقِرَأَۃَ بِالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اَوَّلِ الْقِرَأَۃِ وَلَا فِیْ اٰخِرِھَا۔

ترجمہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ''الحمدللہ رب العالمین'' سے قرأت شروع فرماتے تھے۔ جبکہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا ذکر نہ اوّل قرأت میں کرتے تھے اور نہ ہی آخر قرأت میں۔

حدیث نمبر ۱۶

ابن ابی شیبہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ اِنَّہٗ کَانَ یَخْفِیْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْاَسْتِعَاذَۃَ وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''، ''اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' اور ''ربنا لک الحمد'' آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۷

امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ اَرْبَعٌ یَخْفِیْھِنَّ الْاِمَامُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَسُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَتَعَوُّذُ وَاٰمِیْنَ۔

ترجمہ

آپ نے فرمایا کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے

۱۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

۲۔ سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ

۳۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

۴۔ اٰمِین

حدیث نمبر ۱۸ تا ۱۹

مسلم و بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَأَةَ بِالْحَمْدُلِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ

فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ تکبیر سے نماز شروع فرماتے اور قرأت ''الحمد للہ رب العالمین'' سے شروع فرماتے۔

حدیث نمبر ۲۰

عبدالرزاق نے ابو فاختہ سے روایت کی۔

اِنَّ عَلِيًّا كَانَ لَايَجْهَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَكَانَ يَجْهَرُ بِالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ

بے شک حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ (نماز میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ جبکہ ''الحمد للہ رب العالمین'' بلند آواز سے ہی پڑھتے تھے۔

عقلی تقاضہ

عقلی تقاضہ بھی یہ ہے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' آہستہ پڑھی جائے۔ کیونکہ بسم اللہ شریف کسی سورۃ کا جزء نہیں۔ صرف سورتوں میں فصل کرنے کیلئے لکھی گئی ہے۔ تو جب بسم

اللہ شریف کسی سورۃ کا جزء ہی نہیں تو (نماز میں) اونچی آواز سے پڑھنے پر، سورۃ کا جزء معلوم ہوگی۔ جو کہ درست نہیں۔ اور پھر اس طرح ان احادیث پر بھی عمل نہیں ہوتا، کہ جن میں آہستہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جو اچھا کام بسم اللہ شریف سے شروع نہ ہو، وہ ناقص ہوتا ہے۔ تو وہابی صاحب! ہم کب اس کا انکار کررہے ہیں؟ ہمارا موقف یہ ہے کہ بسم اللہ شریف ضرور پڑھی جائے.....، مگر آہستہ۔ جس طرح تعوذ آہستہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ تعوذ بھی سورۃ کا جزء نہیں۔

اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر ۱

بسم اللہ شریف تو ہر سورۃ کا جزء ہے۔ اگر جزء نہ ہوتی تو قرآن پاک میں ہر سورۃ کے ساتھ نہ لکھی ہوتی۔

جواب:

اگر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہر سورۃ کا جزء ہوتی تو سورۃ سے علیحدہ لمبے حروف میں نہ لکھی ہوتی۔ بلکہ جو انداز دوسری آیتوں کے لکھنے کا ہوتا ہے اس کے مطابق ہی لکھی ہوتی۔ بخاری شریف باب کیف بدء الوحی میں ہے سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو عرض کی اِقرَاءْ۔ پڑھیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر عرض کیا کہ اِقرَاءْ۔ حضور ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ آخر میں عرض کیا۔ اِقرَاءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ اپنے رب کے نام سے پڑھیے کہ جس نے ہر کسی کو تخلیق کیا۔ غرضیکہ پوری وحی میں بسم اللہ شریف کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورتوں سے اول

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' نازل نہیں ہوئی۔ اگر جبرائیل علیہ السلام نے پڑھی ہے تو باعثِ برکت پڑھی ہے۔

اعتراض نمبر۲

ترمذی شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَفتِحُ صَلٰوتَہٗ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ یعنی نبی کریم ﷺ اپنی نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع فرماتے۔

جواب:

ترمذی شریف میں اسی حدیث کے آگے یہ ہے۔ مِنْ اَیِّ حَدِیثٍ لَیسَ اَسْنَادَہٗ بِـــذَالِکَ۔ یہ ایسی حدیث ہے کہ جس کی اسناد کچھ بھی نہیں۔ یعنی اس حدیث کا نہ سرا ہے نہ پتہ۔ تو قابل قبول کیسے ہو سکتی ہے؟

اعتراض نمبر۳

طحاوی شریف نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابذی سے روایت کی۔ صَلَّیتُ خَلفَ عُمَرَ فَجَھَرَ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ۔ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھی اور میرے والدین بھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

جواب:

بخاری و مسلم کی بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خود حضور اقدس ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے اور قرأت الحمدللہ سے شروع کرتے تھے۔ ان احادیثِ کثیرہ کے بالمقابل' یہ حدیث شاذ ہے لہذا احادیثِ کثیرہ و مشہورہ کے مقابلے میں شاذ حدیث قابل عمل نہیں۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 4

''اما کے پیچھے مقتدی کیلئے تلاوت قرآن پاک کرنا سخت منع ہے''

جبکہ غیر مقلد وہابی' مقتدی کیلئے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس کی ممانعت پر قرآن پاک، احادیث شریفہ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور عقلی دلائل بے شمار ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا حسین گلدستہ پیشِ خدمت ہے۔

آیات بینات

ارشادِ ربُّ العالمین ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوْالَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْن.

(ترجمہ) اور جب قرآن پاک پڑھا جائے تو سنو اس کو اور خاموش ہو جاؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت ہے۔ ''جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا فرمان ہے کہ یہ آیت مقتدی کی قرأتِ امام' سننے کے متعلق ہے''۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے' بعض لوگوں کو' امام کے ساتھ' قرآن پاک پڑھتے سنا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کیا ابھی تک یہ وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کو سمجھو۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوْالَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْن''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اوّل اسلام میں' امام کے پیچھے' مقتدی قرأت کرتے تھے، پھر آیتِ مذکورہ کے بعد' امام کے پیچھے' قرأت منسوخ ہوگئی۔

احادیثِ مبارکہ

حدیث نمبر۱

مسلم شریف باب سجود التلاوۃ میں عطا بن یسار سے مروی ہے۔

انَّہٗ سال زَیدَ ابنُ ثابِتٍ عَنِ الْقِراَۃ مَعَ الْاِمامِ فَقَالَ لاَ قِرأۃَ مَعَ الْاِمامِ فِی شیءٍ۔

ترجمہ

انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے' امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق پوچھا، تو آپؓ نے فرمایا کہ امام کے ساتھ قرات' بالکل جائز نہیں۔

حدیث نمبر۲

مسلم شریف باب التشہد میں ہے۔

فَقَالَ لہٗ ابُوبَکرٍ فحدیثُ ابِی ھُرَیرَۃ فَقَالَ ھُوَ صَحِیحٌ' یعنی واذا قرء الخ فانصتو۔

ترجمہ

اس سے ابوبکر نے پوچھا کہ ابوہریرہ کی حدیث کیسی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے یعنی یہ حدیث کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

حدیث نمبر۳

ترمذی شریف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

مَن صَلّٰی رَکعَۃً لَم یقرء منھا بِاُمِّ الْقُراٰنِ فلَم یصلِّ اِلَّا اَن یَّکُونَ وراءِ الامام ھٰذا حدیث'' حسن'' صحیح''۔

ترجمہ

جوکوئی (اکیلے) نماز پڑھے (اور) اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے (تو) اس نے نماز

نہیں پڑھی، مگر یہ کہ (اگر) امام کے پیچھے ہو (تو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۴

نسائی شریف میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم **اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُوْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا۔**

ترجمہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قرأت کرے، تو تم خاموش رہو۔

حدیث نمبر ۵

طحاوی شریف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم **قَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ "فَقِرَأَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَأَۃٌ"۔**

ترجمہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو، تو امام کی تلاوت ہی اس کی تلاوت ہے۔

حدیث نمبر ۶ تا ۱۰

امام محمد نے مؤطا شریف میں امام ابوحنفیہ، عن موسیٰ ابن عائشہ، عن عبداللہ ابن شداد، عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم **قَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ "فَقِرَأَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَأَۃٌ"**

قال محمد ابن منع وابن الھمام ھذا لاسناد صحیح علی شرط الشیخین۔

ترجمہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا امام ہو، تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت

ہے۔ محمد ابن منیع اور امام ابن ھمام نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہیں مسلم و بخاری کی شرط پر۔

نوٹ: یہ حدیث امام احمد، ابن ماجہ، دار قطنی، بیہقی نے بھی روایت کی۔ (بحوالہ صحیح البہاری)۔

حدیث نمبر ۱۱

طحاوی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم **ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اَتَقْرَئُوْنَ الْاِمَامُ يَقْرَءُ فَسَكَتُوْا ثَلٰثًا فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا.**

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم امام کی قرأت کی حالت میں تلاوت کرتے ہو.....؟ صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی سوال دہرایا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اِنَّا لَنَفْعَلُ ہاں سرکار! ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔ یعنی امام کی تلاوت کے ساتھ تلاوت کی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَفْعَلُوْا آئندہ ایسا نہ کرنا۔

حدیث نمبر ۱۲

طحاوی شریف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

مَنْ قرء خلف الامام فليس على فطرة.

ترجمہ

جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، وہ دین فطرت پر نہیں۔

حدیث نمبر ۱۳

دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انہ قال قال رجل" للنبی صلی اللہ علیہ وسلم **اقرء خلف الامام او انصت قال بل انصت فانہ یکفیک.**

ترجمہ

ایک شخص نے حضور انور ﷺ سے سوال کیا۔ آیا کہ میں امام کے پیچھے تلاوت کروں یا خاموش رہوں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا بَلْ اُنْصُتْ بلکہ خاموش رہ۔ کیونکہ تیرے لئے امام ہی کافی ہے۔

حدیث نمبر۱۴

دار قطنی نے حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم **قَالَ لَاقِرَاۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔**

ترجمہ

بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تلاوت جائز نہیں۔

حدیث نمبر۱۵

بیہقی نے قرأت کی بحث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم **قَالَ کُلُّ صَلٰوۃٍ یُقْرَءُ فِیْهَا بِاُمِّ الْکِتَابِ فَهِیَ مِدَاجٌ "اِلَّا صَلٰوۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔**

ترجمہ

فرمایا نبی کریم ﷺ نے ہر وہ نماز کہ جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جاوے، ناقص ہے۔ سوائے اس نماز کے کہ جو امام کے پیچھے ہو۔

حدیث نمبر۱۶ تا ۱۷

امام محمد نے اپنی مؤطا میں اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ لَیْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا۔

فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، کاش! اُس کے منہ میں پتھر ہو۔ (تاکہ وہ خاموش رہے)

حدیث نمبر ۱۸ تا ۲۴

امام طحاوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، جابر بن عباس، جابر بن عبداللہ، حضرت علقمہ، حضرت علی مرتضی، حضرت عمر وغیرھم رضی اللہ عنہم سے مکمل اسنادوں کے ساتھ روایات پیش کیں۔ کہ یہ تمام حضرت امام کے پیچھے قرأت کے سخت خلاف ہیں۔ ان میں سے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، اس کے منہ میں آگ ہو، کوئی فرماتے ہیں کہ اس کے منہ میں پتھر ہو، کوئی فرماتے ہیں کہ وہ فطرت کے خلاف ہے۔ ان تمام کو یہاں نقل کرنا دشوار ہے۔

عقلی تقاضہ

عقلی تقاضہ بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ کیونکہ عام دستور ہے کہ جب شاہی دربار میں عوام الناس کا کوئی وفد جاتا ہے، تو آداب سبھی بجالاتے ہیں، مگر عرض معروض سب نہیں کرسکتے۔ سب کی طرف سے گزارشات، وہی پیش کرسکتا ہے۔ کہ جو ان سب میں اہم، لیڈر اور نمائندہ ہو۔ جبکہ باقی سب خاموش رہیں گے۔ ایسے ہی باجماعت نمازی حضرات، رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ عالیشان میں وفد کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں، تو تکبیر، تسبیح، ثنا، تشہد وغیرہ کی صورت میں، دربارِ شاہی کے آداب اور سلامی مجری، سبھی بجا لائیں، مگر تلاوت، جوکہ عرض معروض ہے، وہ صرف سب کا نمائندہ یعنی امام ہی کرے گا۔

اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر ۱

مسلم وبخاری میں حضور اقدس ﷺ کا رشاد ہے۔ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءُ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ اس کی نماز ہی نہیں جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ (یہ وہابیوں کا مشہور اعتراض ہے)

جواب:

یہ حدیث امام مسلم نے اس طرح نقل فرمائی۔ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءُ بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا۔ اس کی نماز نہیں، جو فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے۔ اور موطا امام مالک میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَالسُّوْرَۃِ نماز نہیں ہوتی مگر سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ ملانے سے۔ اب اہلحدیث، غیر مقلد وہابیوں کو چاہیے کہ وہ سورۃ فاتحہ کو بھی فرض جانیں اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ ملانا بھی فرض جانیں۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ لوگ بعض حدیثوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اس کا علمی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ایسے معنی کرنے چاہئیں کہ جس سے قرآن وحدیث میں تعارض نہ رہے۔ چنانچہ علماء فرماتے ہیں۔ لا صلوۃ الخ میں لانفی جنس کا ہے۔ جس کا اسم تو ہے "صلوۃ"۔ جبکہ خبر پوشیدہ ہے۔ یعنی "کامل"۔ تو معنی یہ ہوئے کہ نماز بغیر سورۃ کامل نہیں ہوتی...... جس طرح فرمایا گیا ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ اس لا سے کمالِ نماز کی نفی ہے۔ ایسے ہی یہاں۔ لَمْ یَقْرَءُ قِرَأۃ۔ حکمی و حقیقی دونوں کو شامل ہے۔ کہ امام اور اکیلے نمازی پر، سورۃ فاتحہ پڑھنا حقیقتاً واجب ہے۔ اور مقتدی پر حکماً۔ کیونکہ امام کا پڑھنا، مقتدی کا پڑھنا ہے۔ قِرَأۃُ الْاِمَامِ قِرَأۃ" لَہٗ۔ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

اعتراض نمبر۲

اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل یہ بھی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ امام ترمذی اس حدیث عبادہ بن صامت کے ماتحت فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق اکثر صحابہ وتابعین کا اس حدیث عبادۃ پر عمل ہے تو جب اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اِس حدیث پر ہے تو معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ ضروری ہے۔

جواب:

امام ترمذی کا یہاں اکثر فرمانا اضافی نہیں، بلکہ حقیقی ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ زیادہ صحابہ ث تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے، کم نہ پڑھتے تھے۔ بلکہ یہاں اکثر بمعنی چند اور

متعدد ہے۔ قرآن پاک میں ارشادگرامی ہے۔ وَ کَثِیر" مِّنھُم عَلی الھُدیٰ وَ کَثِیر" حَقَّ عَلَیھِمُ الضَّلالَة. (ترجمہ) ان میں سے بہت سے ہدایت پر تھے اور بہت سے گمراہی پر تھے۔ یعنی چند ہدایت پر تھے اور چند گمراہی پر تھے۔ حق یہ ہے کہ زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرأۃ خلف الامام کے خلاف تھے۔

اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۱۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، اس کی نماز نہیں۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، اس کا منہ آگ سے بھر جائے۔

۳۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، اس کے منہ میں بدبو بھر جائے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور

۵۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں خاک ہو۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، وہ فطرت پر نہیں۔

۷۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کی نماز نہیں۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، اس کے منہ میں پتھر ہو۔

۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ انگارے ہوں۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہ صرف خود امام کے پیچھے تلاوت نہ کرتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی سختی سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام کی تلاوت ہی کافی ہے۔

یہ تمام روایات طحاوی شریف اور صحیح البخاری میں موجود ہیں چند روایات بطور نمونہ پیش کردی ہیں ورنہ ۸۰ صحابۂ کرام ﷺ سے منقول ہے کہ وہ حضرت امام کے پیچھے قرأت سے سخت منع کرتے تھے۔

غیر مقلدین سے ہمارے سوالات

سوال نمبر ا

نماز میں جیسے سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ایسے ہی دوسری سورۃ ملانی بھی ضروری ہے مسلم شریف میں ہے۔ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِاُمِّ الْقُراٰن فصا عدًا۔ اس کی نماز نہیں، جو سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ (یعنی دوسری سورۃ) نہ پڑھے۔غیر مقلد وہابی بھی مانتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے دوسری سورۃ نہ پڑھے۔تو چاہیے کہ سورۃ فاتحہ بھی نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ جیسے دوسری سورۃ کیلئے امام کی قرأت کافی ہے۔ ایسے ہی سورۃ فاتحہ کیلئے بھی امام کی قرأت ہی کافی ہونی چاہیے۔

سوال نمبر ۲

جو کوئی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے، اُسے رکعت مل جاتی ہے۔اگر مقتدی پر' سورۃ فاتحہ پڑھنی لازم ہوتی، تو اسے رکعت نہ ملنی چاہیے تھی۔

سوال نمبر ۳

مقتدی کیلئے' سورۃ فاتحہ کی قرأت اور آمین کہنی ضروری ہو، تو غیر مقلد وہابی بتائے کہ اگر امام' مقتدی سے پہلے' سورۃ فاتحہ پڑھ لے' اور مقتدی سورۃ فاتحہ کے بیچ میں ہو، تو کیا

مقتدی' اپنی سورۃ فاتحہ ختم کر کے' آمین کہے گا یانہیں؟۔ جبکہ

''نہ دومرتبہ آمین کہنا' جائز ہے، اور نہ ہی سورۃ فاتحہ کے بیچ میں' آمین کہنا' جائز ہے''

سوال نمبر۴

اگر مقتدی نے' ابھی سورۃ فاتحہ ختم نہ کی ہو اور امام رکوع میں چلا جائے تو وہابی یہ بتائے کہ یہ مقتدی آدھی سورۃ فاتحہ چھوڑ دے گا اور امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے گا یا رکوع چھوڑ کر سورۃ فاتحہ مکمل کرے گا؟

چیلنج

مشرق مغرب کے علمائے حدیث کیلئے اعلان عام ہے کہ ان چار سوالوں کے جوابات دیں، مگر شرط یہ ہے کہ حدیث صریح سے دیں، محض اپنی رائے شریف استعمال نہ کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ انشاء اللہ نہ دے سکیں گے۔ چنانچہ ہم ان بھولے بھٹکے ہوؤں سے صرف اتنا کہتے ہیں کہ ضد چھوڑ دیں قرآن واحادیث پر عمل کریں اور مذہب حنفی کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کریں۔ (جاء الحق حصہ دوئم)

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 5

''ہر نمازی کیلئے' خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد' نماز جہری ہو یا سرّی' آمین آہستہ کہنا' سنت ہے''

مگر' غیر مقلد وہابی' جہری نماز میں' خواہ امام ہو یا مقتدی' بلند آواز سے' چیخ چیخ کر آمین کہتا ہے۔ جو کہ خلافِ سنت ہے۔ چنانچہ آمین آہستہ کہنے کے دلائل میں گلدستۂ احادیث پیشِ خدمت ہے۔

حدیث نمبر ۱ تا ۸

بخاری، مسلم، احمد، مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامینه تامین الملئكة غفرله ماتقدم من ذنبه ۔(رواه البخاری و مسلم واحمد و مالک و ابودائود و ترمذی ونسائی وابن ماجه)

ترجمہ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب امام آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو۔ (کیونکہ) جس کی آمین' فرشتوں کی آمین' کے موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے۔

تشریحِ حدیث

اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی معافی اُس نمازی کیلئے ہے' جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی۔ جبکہ فرشتے ایسی آہستہ آمین کہتے ہیں کہ آج تک ان کی آمین کسی نے نہیں سنی۔ اگر کسی وہابی نے فرشتوں کی آمین سنی ہے تو بتائے۔ چنانچہ جو وہابی چیخ چیخ کر

آمین کہتے ہیں وہ فرشتوں کی آمین کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے گناہوں کی معافی نہیں ہوگی۔ وہ جیسے آتے ہیں ایسے ہی واپس جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۹ تا ۱۳

بخاری، شافعی، مالک، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رسول اللہ ﷺ واذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین فانہ قولہ قول الملٰئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔

ترجمہ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ پس جس کا آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے کے موافق ہوا، اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تشریحِ حدیث

اس حدیث پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

پہلا یہ کہ' امام کے پیچھے' مقتدی' سورۃ فاتحہ' نہ پڑھے۔ اگر مقتدی کیلئے' سورۃ فاتحہ کی قرأت' ضروری ہوتی، تو حضور ﷺ فرماتے کہ جب تم پڑھ چکو' والا الضالین' تو کہو آمین۔ بلکہ فرمایا کہ جب امام کہے ولا الضالین تو تم کہو آمین۔ معلوم ہوا امام کے پیچھے مقتدی کیلئے سورۃ فاتحہ کی قرأت' ضروری نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ' اس حدیث سے بالکل واضح ہوگیا کہ آمین آہستہ کہنے کا حکم ہے.....، زور سے نہیں۔ جب ہم آہستہ آمین کہیں گے، تو ہماری آمین سنائی نہیں دے گی۔ اس طرح ہماری آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی۔ کیونکہ فرشتوں کی آمین بھی سنائی نہیں دیتی۔ جبکہ غیر مقلد وہابی یہ کہتے ہیں کہ یہاں وقت کی موافقت مراد ہے۔ جو کسی طور پر صحیح نہیں۔ کیونکہ جب ہمیں فرشتوں کی آواز سنائی ہی نہیں دیتی، تو ایک ہی وقت میں آمین کی موافقت کیسے ممکن ہے؟ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَھُمْ وَمَا

يَشْعُرُوْنَ۔ ''دھوکہ دیا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو، اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنے آپ کو، اور انہیں شعور نہیں''۔

گناہوں کی بخشش کی شرط یہ لگائی گئی ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوئی، اس کے ماقبل گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اور جس کا آمین کہنا فرشتوں کی آمین کے موافق نہیں، اس کے ماقبل گناہ معاف نہیں ہونگے۔ جیسے سیاہ باطن آئے تھے ایسے ہی سیاہ باطن واپس گئے۔ وہابیو! اگر گناہ بخشوانا ہو تو آمین آہستہ کہنا شروع کردو۔ اور اگر گناہوں سے محبت ہے، تو پھر اپنی دُھن میں مست رہو۔

حدیث نمبر ۱۴ تا ۱۸

امام احمد، ابوداؤد طیالسی، ابویعلیٰ موصلی طبرانی، دارقطنی اور حاکم نے مستدرک میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حاکم نے کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْن وَاَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ۔

ترجمہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین۔ اور اپنی آواز کو پست رکھا۔ یعنی آہستہ آواز سے آمین کہی۔

حدیث نمبر ۱۹ تا ۲۱

ابوداؤد، ترمذی اور ابن شیبہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَرَءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْن وَخَفَضَ بِهٖ صَوْتَهٗ

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم

ولا الضالین پڑھا، تو فرمایا آمین، اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔

نوٹ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

حدیث نمبر ۲۲ تا ۲۳

طبرانی نے تہذیب الآثار میں اور طحاوی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَجْهَرَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِآمِيْنَ۔

ترجمہ

حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما، نہ تو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی ''آمین'' اونچی آواز سے کہتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۴

عینی شرح ہدایہ نے حضرت ابو معمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ يُخْفِي الْاِمَامُ اَرْبَعًا اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاٰمِيْنَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار چیزیں امام آہستہ کہے

۱۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

۲۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۳۔ اٰمِيْنَ

۴۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

حدیث نمبر ۲۵

بیہقی نے حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

يُخْفِي الْاِمَامُ اَرْبَعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّشَهُّدُ

ترجمہ

امام چار چیزیں آہستہ کہے۔

۱۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

۲۔ رَبّنا لکَ الحَمد

۳۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

۴۔ تشہّد

حدیث نمبر ۲۶

امام محمد رحمت اللہ علیہ نے آثار میں اور عبد الرزاق علیہ الرحمۃ نے اپنی مصنف میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حماد سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال اربع" یخفیھن الامام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وسبحانک اللّٰھم وتعوذ و آمین

ترجمہ

آپ نے فرمایا کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے

۱۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

۲۔ سُبحانکَ اللّٰھُمَّ الخ

۳۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

۴۔ اٰمین

(ماخوذ از جاء الحق حصہ دوئم مصنفہ مفتی احمد یار خان نور اللہ مرقدہ)

عقلی تقاضہ

عقل بھی یہی چاہتی ہے' کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ کیونکہ لفظ آمین قران پاک کی

کوئی آیت یا کلمہ نہیں ہے۔ نہ تو اِسے حضرت جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے ہیں اور نہ ہی قرآن پاک میں لکھی گئی ہے۔ آمین، محض دعا اور ذکر ہے۔ لہذا جیسے ثناء، تعوذ، تسمیہ، التحیات، تسبیحات اور دعائے ماثورہ سب آہستہ پڑھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی، آمین بھی، آہستہ ہی کہنی چاہیے۔

اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر۱

ترمذی شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ اقرء غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّالِّیْنِ وَقَالَ آمِیْن وَمَدَّبِھَا صَوْتَہٗ۔ میں نے نبی پاک ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھا، اور آمین کہا، اور اپنی آواز کو اس پر بلند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا، سنت ہے۔

جواب:

وہابی صاحب! آپ نے ترجمہ غلط کیا۔ اس میں مدّ کا لفظ ارشاد ہوا ہے۔ اور مدّ "مدّ" سے بنا ہے۔ جس کے معنی آواز بلند کرنا نہیں بلکہ کھینچنا ہے۔ کہ حضور اقدس ﷺ نے "آمین" بروزن کریم قصر، نہیں پڑھی۔ بلکہ بروزن تالینَ، الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی۔

اعتراض نمبر۲

ابنِ ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ آمین فرماتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے اور مسجد گونج اٹھتی۔

جواب:

اس حدیث میں مسجد کے گونج جانے کا ذکر ہے۔ حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے، نہ کہ چھپر والی مسجد میں۔ حضور اکرم ﷺ کی مسجد شریف آپ کے زمانہ حیات میں

معمولی چھپر والی تھی۔ وہاں گونج پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ آج وہابی غیر مقلد' کسی چھپر والی کچی مسجد میں یا کسی کچے گھر میں' شور مچا کر گونج پیدا کر کے دکھا دیں، انشاءاللہ تعالیٰ وہ چیختے چیختے مر جائیں گے، لیکن گونج پیدا نہ کر سکیں گے۔

دوسرا یہ کہ' ترمذی اور ابوداوٗد کی روایت میں نماز کا ذکر نہیں، صرف حضور ﷺ کی قرأت کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ خارجی قرأت کا ذکر فرمایا گیا ہو۔

تیسرا یہ کہ' آمین بالخفی والی حدیثیں قیاس شرعی کے موافق ہیں۔ اور جہری والی حدیثیں اس کے خلاف ہیں۔ لہذا آہستہ آمین والی حدیثیں قابلِ عمل ہیں۔ اور اس کے خلاف والی حدیثیں قابلِ ترک ہیں۔

چوتھا یہ کہ' جہری آمین والی حدیثیں' قرآن پاک سے اور ان احادیث سے' جو آمین بالخفی پر پیش کی گئیں' سے منسوخ ہیں۔ اِسی لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ آمین آہستہ کہتے تھے۔ اسی کا حکم دیتے تھے۔ اور زور سے آمین نہیں کہتے تھے۔

چیلنج

غیر مقلدین کے پاس ایسی کوئی حدیث صحیح مرفوع موجود نہیں کہ جس میں نماز کے اندر آمین بالجہر کی تصریح ہو۔ ایسی صحیح حدیث نہ ملی ہے اور نہ ملے گی۔ چنانچہ وہابیوں کو چاہیے کہ ضد چھوڑ دیں اور آمین بالخفی کہا کریں۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 6

’’رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت‘ رفع یدین کرنا‘ مکروہ اور خلاف سنت ہے۔‘‘

مگر‘ وہابی‘ غیر مقلدین..... اِن دونوں وقتوں میں رفع یدین کرتے ہیں اور رفع یدین کرنے پر‘ زور دیتے ہیں۔ رفع یدین نہ کرنے کے متعلق احادیث کا گلدستہ پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر۱ تا۴

ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلّٰی وَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً مَّعَ تَکْبِیْرِ الْاِفْتِتَاحِ وقال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث حسن۔

ترجمہ

ایک دفعہ ہم سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھوں؟ آپؓ نے نماز پڑھی، تو اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ فرمایا۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ ابنِ مسعود کی حدیث حسن ہے۔

حدیث نمبر۵

ابن شیبہ نے حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ ثُمَّ لَایَرْفَعُھُمَا حَتّٰی یَفْرُغَ۔

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے‘ تو اپنے ہاتھ مبارک

اٹھاتے، پھر نماز ختم ہونے تک ہاتھ نہ اٹھاتے۔

حدیث نمبر۶

ابوداؤد نے حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **رفع یدیہ حین افتتح الصلٰوۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف۔**

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ میں نے حضور انور ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک' ہاتھ نہ اٹھائے۔

حدیث نمبر۷

طحاوی شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم **کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود۔**

ترجمہ

وہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے، (اور) پھر ہاتھ نہ اٹھاتے۔

حدیث نمبر۸تا۱۴

حاکم وبیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ ترفع الایدی فی سبع مواطن عندافتتاح الصلوۃ واستقبال البیت والصفاء والمروۃ والموقفین والجمرتین۔

ترجمہ

راوی بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں۔ نماز شروع کرتے وقت، کعبہ شریف کے سامنے منہ کرتے وقت، صفا اور مروہ کے پہاڑ پر، دونوں موقف یعنی منا اور مزدلفہ میں، اور جمروں کے سامنے۔

یہی حدیث بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اور بخاری نے کتاب المفرد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ فرق کے ساتھ بیان کی۔

حدیث نمبر ۱۵

امام طحاوی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے ابراہیم نخعی سے عرض کیا حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے، اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، تو آپ نے فرمایا۔

ان کان وائل "راہ مرۃ یفعل ذالک فقد راہ عبداللہ خمسین مرۃ لایفعل ذالک۔

ترجمہ

اگر وائل رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو رفع یدین نہ کرتے ہوئے پچاس مرتبہ دیکھا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶ تا ۱۷

طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد سے روایت کی۔

قال صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہما فلم یکن یدیہ الا فی تکبیرۃ الاولی

مجاہد نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی، آپؓ نے آخر نماز تک، سوائے تکبیر تحریمہ کے، رفع یدین نہ فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۸

عینی شرح بخاری نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انہ رای رجلا یرفع یدیہ فی الصلوۃ عند الرکوع وعند رأسہ من

الرَّكُوعِ وعندرأسه من الرَّكُوعِ فقال لهٗ لاتفعل فانّهٗ شیء'' فعلهٗ رسول الله ﷺ ثم تركهٗ۔

ترجمہ:

آپؓ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت' ہاتھ اٹھاتے' دیکھا، تو آپؓ نے اس کو منع کراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ بے شک یہ ایسا عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ پہلے کرتے تھے، پھر (بعد میں) اس کو ترک فرمادیا۔

سبق:

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت' رفع یدین' منسوخ ہے جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یا حضور اقدس ﷺ سے' رفع یدین ثابت ہے، وہ حضور ﷺ کا ایسا پہلا فعل ہے کہ جو بعد میں منسوخ کیا گیا۔

حدیث نمبر ۲۱

طحاوی شریف نے حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ رَأيْتُ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ وَقَالَ حَدِيْث'' صَحِيْح''۔

ترجمہ

حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو' نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپؓ نے پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے' پھر ہاتھ نہ اٹھائے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۲۲

ابوداؤد شریف میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

حَدَّثَنا سُفْيَان اسناده بهذا قَالَ فَرفع يَدَيْهِ فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَرَّةً وَّاحِدَةً۔

ترجمہ

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ اسی اسناد سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلی ہی بار ہاتھ اٹھائے۔ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھائے، یعنی اس کے بعد دوبارہ ہاتھ نہ اٹھائے۔

حدیث نمبر ۲۳

دار قطنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انّهٗ رای النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم حِیْنَ اِفْتَتح الصَّلٰوۃ رَفَع یدیہ حتّی حاذی بھما اُذنیہ ثُمّ لم یعُدالی شیءٍ مِّنْ ذالک حتّی فرغ من صلوتہ۔

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا۔ جب حضور انور ﷺ نے نماز شروع کی، تو ہاتھ اتنے بلند کیے، کہ کانوں کے مقابل ہو گئے۔ (اور) پھر دوبارہ نہ اٹھائے، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

حدیث نمبر ۲۴

امام محمد رحمت اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ سے، انہوں نے حضرت حماد رحمت اللہ علیہ سے، انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انّهٗ قال لاترفع الایدی فی شیءٍ مّن صلوتک بعْد المرّۃ الاُولٰی۔

ترجمہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھوں کو نماز میں، پہلی بار کے سوا، کسی بھی مقام میں، نہ اٹھاؤ۔

حدیث نمبر ۲۵

ابو داؤد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَیْہِ ثُمَّ لَایَعُوْدُ

ترجمہ

بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے' تو اپنے ہاتھ کانوں کے قریب تک لے جاتے اور پھر (ہاتھ) نہ اٹھاتے۔

نوٹ: احادیث کی معتبر کتب کی روایت کردہ یہ ۲۵ احادیث کا خوبصورت گلدستہ رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت میں ''جاءالحق حصہ دوئم'' کے حوالہ سے پیش کیا گیا۔

عقلی تقاضہ

عقلی تقاضہ بھی یہی ہے کہ بوقت رکوع' رفع یدین نہ ہو۔ کیونکہ رفع یدین حضرات صحابہؓ کرام خصوصاً خلفائے راشدین ﷺ کے عمل کے خلاف تو ہے ہی، عقلِ شرعی کے بھی خلاف ہے۔ جن روایات میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے۔ وہ تمام روایات منسوخ ہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن زبیر ﷺ کی روایت ہے کہ آپؓ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت' ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ تو آپؓ نے اس کو منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لاتفعلْ فَاِنَّہٗ شیئٌ ''فعلہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ تَرَکَہٗ بے شک یہ ایسا عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا، پھر اسے چھوڑ دیا۔ لہذا وہ تمام روایات' جو رفع یدین کے بارے میں ہیں، منسوخ ہیں یا ناقابل عمل ہیں۔ ان کو قابل عمل ماننے سے احادیث میں سخت تعارض آئیگا۔

اور یہ کہ نماز میں سکون و اطمینان چاہیے' تو رفع یدین نہ کیا جائے۔ کیونکہ بلا ضرورت اور بار بار رفع یدین ایسی حرکت ہے کہ جو نماز میں خلل ڈالتی ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھا جائے، تو عقل کا فیصلہ بھی' یہی ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث پر عمل کیا جائے۔

اعتراضات وجوابات

اس باب میں زیادہ اعتراضات اوران کے جوابات پیش کرنے کی گنجائش نہیں، اس لئے غیر مقلدین کے چند مشہور اعتراضات اور پھران کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔

اعتراض نمبرا

ابو داؤد، ترمذی، دارمی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوحمید ساعدی سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔جس میں رفع یدین کرنے کے بارے میں یہ عبارت ہے۔ثُمَّ یَکْبِرُ وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْکَبَیْهِ ثُمَّ یَرْکَعُ وَیَضَعُ رَاحَتَیْهِ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ ثُمَّ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْکَبَیْهِ (ترجمہ) پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے۔ اور اپنے ہاتھ اتنے اٹھاتے کہ کندھوں کے مقابل ہو جاتے۔ اور اپنی ہتھیلیاں' اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔ پھر اپنے سر اٹھاتے۔ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے۔ پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے' یہاں تک کہ کندھوں کے مقابل ہو جاتے۔ ابوحمید ساعدی نے جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ حدیث بیان کی۔ جس میں بوقتِ رکوع رفع یدین' کرنے کا ذکر ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی تصدیق کی۔ معلوم ہوا کہ رفع یدین حضور اکرم ﷺ کا فعل ہے۔ لہذا ہمیں بھی کرنا چاہیے۔

نوٹ: یہ اعتراض وہابیوں' غیر مقلدوں کا چوٹی کا اعتراض ہے۔ اور بہت بڑی دلیل ہے اور اس پر انہیں بہت ناز ہے۔

جواب:

بحوالہ جاء الحق حصہ دوئم' اس کے چند جواب ملاحظہ ہوں۔

ا۔ یہ کہ' یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے قابل عمل نہیں۔ کیونکہ اس حدیث کی اسناد' ابو داؤد وغیرہ میں اسطرح ہے۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یحی وھذا حدیث

احمد قال حدثنا عبدالحمید یعنی ابن جعفر اخبرنی محمد ابن عمر ابن عطاء قال سمعت ابا حمید الساعدی۔ ہم سے یہ حدیث' مسدد نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ نے حدیث سنائی۔ احمد نے کہا کہ ہمیں عبدالحمید ابن جعفر نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد ابن عمر ابن عطاء نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمید ساعدی سے دس صحابہ کرام ﷺ کی جماعت میں سنا۔

ان راویانِ حدیث میں سے' عبدالحمید ابن جعفر سخت مجروح اور ضعیف ہے (طحاوی)۔ دوسرے محمد ابن عمر ابن عطاء نے ابوحمید ساعدی سے ملاقات کی ہی نہیں اور یہ کہہ دیا کہ مین نے ان سے سنا ہے۔ جو کہ غلط ہے۔ ملاقات کے بغیر سننے کا دعویٰ کیسا؟ درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا جو مجہول ہے (بحوالہ طحاوی)

۲۔ یہ کہ' یہ حدیث وہابی غیر مقلد کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اِس حدیث میں یہ بھی ہے۔ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکَبَیْہِ کَمَا کَبَّرَ عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ۔ پھر جب آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے، یہاں تک کہ کندھوں کے مقابل لے جاتے۔ جیسا کہ نماز کے شروع میں اٹھاتے۔

میں ان وہابیوں سے پوچھتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق' آپ ﷺ جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے تھے اور ہاتھ اٹھاتے تھے۔ یعنی رفع یدین کرتے تھے۔ مگر آپ لوگ دو رکعتوں کے بعد اٹھ کر رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟

۳۔ یہ کہ' ابوحمید ساعدی نے جب یہ حدیث صحابہ کرام ﷺ کے مجمع میں سنائی۔ تو صحابہ کرام ﷺ نے فرمایا جو کہ ابوداؤد میں ہے۔ قَالُوْا فَلِمَ فَوَاللّٰہِ مَا کُنْتَ بِاَکْثَرِنَا لَہٗ تَبْعَۃً وَّاَقْدَمِنَا لَہٗ صُحْبَۃً قَالَ بَلٰی۔ صحابہ کرام ﷺ نے فرمایا کہ تم ہم سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ کی نماز سے کیسے واقف ہو گئے۔ جبکہ نہ تو تم ہم سے زیادہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے ہو، اور نہ ہی ہم سے پہلے صحابی بنے ہو۔ تو ابوحمید ساعدی بولے کہ

بے شک ہے تو ایسا ہی۔

اِس سے معلوام ہوا کہ ابوحمید ساعدی نہ تو صحابۂ کرام ﷺ میں زیادہ فقیہہ اور عالم ہیں، اور نہ ہی انہیں حضور ﷺ کی صحبت زیادہ میسر ہوئی ہے۔ ان کے بالمقابل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہہ عالم صحابی ہیں۔ اور سایہ کی طرح حضور ﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ جب وہ رفع یدین کے خلاف روایت کرتے ہیں، تو یقیناً ان کی روایت' ابوحمید ساعدی کی روایت کے مقابلے میں' زیادہ معتبر ہے (جیسا کہ تعارضِ احادیث کا حکم ہے)۔ لہذا وہابیوں کی پیش کردہ حدیث بالکل ناقابل عمل ہے۔

۴۔ یہ کہ' ابوحمید ساعدی نے یہ نہیں بتایا کہ حضور ﷺ نے آخر حیاتِ مبارکہ میں بھی رفع یدین فرمایا کہ نہیں' اور پھر کب تک' رفع یدین فرمایا۔ لہذا یہ حدیث' اُن احادیث سے' کہ جن میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے' منسوخ ہے۔ اور جن حدیثوں میں رفع یدین کا ذکر ہے، انکا مطلب ہے کہ ایک زمانہ میں حضور ﷺ ایسا کرتے تھے مگر اب وہ احادیث' لائق عمل نہیں ہیں۔

۵۔ یہ کہ' وہابیوں کی پیش کردہ یہ روایت' قیاسِ شرعی کے خلاف بھی ہے، لہذا واجب الترک ہے۔ جبکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت' قیاس شرعی کے مطابق ہے، لہذا واجب العمل ہے۔ کیونکہ احادیث میں جب تعارض ہو، تو قیاسِ شرعی کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ منجملہ یہ کہ ایک حدیث میں آیا ہے اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتْہُ النَّار آگ کی پکی ہوئی چیز' کھانے کے بعد وضو کرنا واجب ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور وضو کیے بغیر نماز پڑھی۔ یہاں دونوں حدیثوں میں تعارض آ گیا تو پہلے حدیث چھوڑ دی گئی اور دوسری حدیث پر عمل ہوا۔ کیونکہ پہلی حدیث قیاس کے خلاف ہے اور دوسری حدیث قیاس کے مطابق۔ کہ دن رات' ہم گرم پانی سے ہی' وضو کرتے ہیں۔

۶۔ یہ کہ' عام صحابۂ کرام ﷺ کا عمل ابوحمید ساعدی کی روایت کے خلاف

رہا۔ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت رفع یدین نہ کرنے پر عمل کرتی رہی۔ ان میں سے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت وائل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت اسود رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سفیان رضی اللہ عنہ، جیسے جلی القدر صحابہ نے ممانعتِ رفع یدین پر احادیث بیان فرمائیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ کثیر صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں رفع یدین والی' حدیث منسوخ ہے۔

۷۔ یہ کہ' ابوحمید ساعدی کی اس روایت میں' عبدالحمید ابن جعفر اور محمد ابن عمر و ابن عطاء' ایسے غیر معتبر راوی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ چنانچہ امام ماروی نے جو ہرتقی میں فرمایا کہ عبدالحمید منکر الحدیث ہیں۔ یہ امام ماروی وہ ہیں کہ جنہیں یحیٰ ابن سعید فرماتے ہیں۔ ھُوَ اِمَامُ النَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ۔ حدیث کے فن میں' وہ لوگوں کے امام ہیں۔ اور دوسرا محمد ابن عمر و ایسا جھوٹا راوی ہے کہ اس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے ہرگز ہوئی ہی نہیں۔ مگر کہتا ہے کہ سَمِعْتُ میں نے ان سے سنا۔ ایسے جھوٹے آدمی کی روایت موضوع یا کم از کم مدلس ہے۔

نیز اس حدیث میں سخت اضطراب ہے۔ اسناد بھی مضطرب ہیں، اور متن بھی مضطرب ہے۔ چنانچہ ابن خالد نے جب یہ روایت کی، تو محمد ابن عمر و اور ابوحمید ساعدی کے درمیان ایک مجہول الحال راوی بیان کیا۔ لہذا یہ حدیث مجہول بھی ہے غرضیکہ اس حدیث میں بہت سے خرابیاں ہیں۔

یہ حدیث منکر بھی ہے۔ مضطرب بھی ہے۔ مدلس بھی ہے۔ موضوع بھی ہے۔ مجہول بھی ہے۔ (دیکھو یہی مقام' حاشیہ ابوداؤد) ایسی روایت نام لینے کے بھی' قابل نہیں۔ چہ جائیکہ اس سے دلیل پکڑی جائے۔

۸۔ یہ کہ' امام بخاری نے بھی ابوحمید ساعدی کی روایت لی ہے۔ مگر نہ تو اُس میں ایسے راوی ہیں، اور نہ ہی اس میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ (دیکھو مشکوۃ شریف باب صفۃ الصلوۃ) اگر ان کی روایت کا ذکر درست ہوتا، تو امام بخاری ہرگز نہ چھوڑتے۔

حنفی بھائیو!

رفع یدین، غیر مقلد وہابیوں کی چوٹی کا مسئلہ ہے۔ اور یہ حدیث (جس کے راوی ابوحمید ساعدی ہیں) ان کی مایہ ناز دلیل ہے۔ جو وہابیوں کے بچے بچے کو حفظ ہوتی ہے۔ عام حنفی لوگ ان کی چرب زبانی سے خیال کرتے ہیں کہ ان کے دلائل بڑے مضبوط ہیں۔ الحمدللہ ان کی اس دلیل کے پرخچے اڑ گئے۔ اب وہابیوں کو اپنی چرب زبانی سے باز آنا چاہیے۔

اعتراض نمبر۲

بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرَّکُوْعِ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرَّکُوْعِ۔ بیشک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے، تو اپنے ہاتھ شریف کندھوں تک اٹھاتے تھے۔ (اسی طرح) جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے اور پھر رکوع سے سر اٹھاتے، تب بھی ایسے ہی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ یہ حدیث مسلم و بخاری کی نہایت صحیح الاسناد ہے۔ جس سے رفع یدین ثابت ہوا۔

جواب:

اس حدیث میں، یہ تو ذکر ہوا ہے کہ حضور اقدس ﷺ رفع یدین کرتے تھے۔ مگر یہ ذکر نہیں کہ کب تک کیا تھا۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ رفع یدین اسلام میں پہلے تھا مگر..... بعد میں منسوخ ہوگیا چنانچہ اِس حدیث میں اُسی منسوخ فعل شریف کا ذکر ہے۔ اس کی ناسخ وہ احادیث ہیں، جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (جاء الحق حصہ دوئم)

اس کے علاوہ بھی اعتراضات ہیں یہاں سب اعتراضات اور ان کے جوابات نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ وہابیوں کے سب اعتراضات مکڑی کے جالے کی مانند کمزور ہیں۔ مذہب حنفی قوی ہے اور اس کے دلائل مضبوط سے مضبوط تر ہیں۔

رفع یدین کے اس موضوع کو، ہم مسلم شریف، جلد ا، صفحہ ۱۸ ا کی

اس حدیث پر ختم کرتے ہیں۔

حدیث:

عَنْ جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی

اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔

ترجمہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ

تشریف لائے تو ارشاد فرمایا میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح، رفع

یدین کرتے ہوئے کیوں دیکھتا ہوں؟ نماز سکون سے پڑھا کرو۔

تنبیہ

غیر مقلد وہابیو!

اس سے بڑھ کر اور جھڑکی کیا ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین

کرنے کو گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

مسئلہ 7

''وتر واجب ہے۔ اس کا چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے۔ اور اس کی قضا لازم ہے''

مگر' غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک' وتر واجب نہیں۔ بلکہ سنتِ غیر موکدہ' یعنی نفل ہے۔ چنانچہ وتر واجب ہونے کے ثبوت میں' احادیث رسول اللہ ﷺ کا حسین گلدستہ پیش خدمت ہے۔

حدیث نمبر ۱ تا ۳

ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ الوتر حق'' علی کل مسلم۔

ترجمہ

فرماتے ہیں ---- حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر وتر لازم ہیں۔

حدیث نمبر ۴

بزار نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ الوتر واجب'' علی کل مسلم۔

ترجمہ

فرماتے ہیں ---- حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر وتر واجب ہیں۔

حدیث نمبر ۵ تا ۶

ابوداؤد حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الوتر حق'' فمن لم یوتر فلیس منا

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا--- آپ ﷺ نے فرمایا کہ وتر لازم ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

حدیث نمبر ۷

عبداللہ بن احمد نے عبدالرحمٰن ابن رافع تنوخی سے روایت کی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' جب شام میں تشریف لائے۔ آپؓ نے دیکھا کہ شامی لوگ' وتر میں سستی کرتی ہیں، تو آپؓ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کی شکایت کی اور پوچھا کہ شام کے لوگ وتر کیوں نہیں پڑھتے؟

فقال معاویۃ اواجب'' ذالک علیھم قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول زادنی ربی عزوجل صلوٰۃ'' ھی الوتر فیما بین العشاء الی طلوع الفجر۔

ترجمہ

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا وتر واجب ہیں؟ معاذ بن جبل نے کہا ہاں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا--- آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب عزوجل نے عشاء اور فجر کے درمیان' ایک نماز دی ہے، جو کہ وتر ہے۔

حدیث نمبر ۸

ترمذی میں حضرت زید بن اسلم سے مرسلاً روایت ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ من نام عن وترہ فلیصل اذا اصبح۔

ترجمہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو وتر چھوڑ کر سو جائے، وہ صبح کے وقت اس کی قضا کرے۔

حدیث نمبر ۹ تا ۱۴

ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابوایوب

انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ شرط شیخین پر۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ --- حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر وتر لازم (واجب) ہے۔

یہ ۱۴ احادیث کا حسین گلدستہ بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ وتر کے واجب ہونے کے ثبوت میں احادیث اس سے زیادہ ہیں۔

خلاصہ کلام

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ وتر کی نماز نفل نہیں واجب ہے۔ بلکہ وتر کی قضا بھی واجب ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے وترات کو رہ جائیں، تو وہ صبح اس کی قضا کرے۔ اور قضا تو صرف فرض و واجب کی ہوتی ہے نفل کی نہیں۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 8

’’وتر کی تین رکعت ہیں۔ تین سے کم، یعنی ایک نہیں۔ اور تین سے زیادہ، یعنی پانچ بھی نہیں۔‘‘

مگر’ غیر مقلد وہابی‘ وتر کی ایک رکعت مانتے ہیں، اور ایک ہی پڑھتے ہیں۔ چنانچہ وتر کی تین رکعت ہونے کے ثبوت میں احادیث رسول اللہ ﷺ کا حسین گلدستہ پیش خدمت ہے۔

’’گر قبول افتدز ہے عزّ و شرف‘‘

حدیث نمبر ۱ تا ۴

نسائی شریف، طحاوی، طبرانی نے صغیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

قالت کان رسول اللہ ﷺ یُوتر بثلث لایسلّم الا فی اٰخرھنّ۔

ترجمہ

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے، سلام نہیں کہتے تھے مگر آخر میں۔

حدیث نمبر ۵ تا ۶

دار قطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رسول اللہ ﷺ وتر اللیل کوتر النھار صلوۃ المغرب۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے رات کے وتر تین ہیں۔ جیسے دن کے وتر یعنی نمازِ مغرب (تین ہیں)۔

حدیث نمبر ۷

طحاوی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

ان النبیﷺ کان یوتر بثلاث رکعات۔

ترجمہ

بے شک نبی کریمﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۸

نسائی شریف نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہ ایک رات میں حضورِ اقدسﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ رات کو بیدار ہوئے۔ مسواک کی، وضو کیا، اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض۔ الخ۔ پھر نفل کی دو رکعتیں پڑھیں۔

فنام حتی سمعت نفخة ثم قام فتوضا استاک ثم صلی رکعتین ثم قام فتوضا واستاک وصلی رکعتین واوتر بثلث۔

ترجمہ

پھر حضور اقدسﷺ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپﷺ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ پھر اٹھے اور مسواک کی۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اٹھے اور مع مسواک کے وضو فرمایا اور دو رکعتیں پڑھیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔

حدیث نمبر ۹ تا ۱۳

ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ اور ابن شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال کان النبیﷺ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی و قل یاایھا الکافرون وقل ھواللہ احد فی رکعة فی رکعة۔

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ وتر کی ایک ایک رکعت میں، ایک ایک سورۃ (یعنی) سبح اسم ربک الاعلی اور قل یاایھا الکافرون اور قل ھواللہ احد پڑھتے۔

حدیث نمبر۱۳تا۱۸

ترمذی شریف، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبدالعزیز بن جریج عبدالرحمٰن ابن ابزی سے روایت کی۔

قَالَ سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَیِّ شَیْءٍ کَانَ یُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَتْ کَانَ یَقْرَءُ فِی الْاُوْلٰی بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ بِقُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَاللّٰہُ اَحَد وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ۔

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضورِ اقدس ﷺ وتر میں کیا پڑھتے تھے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں ’’سبح اسم ربک الاعلیٰ‘‘ دوسری میں ’’قل یا ایھا الکافرون‘‘ تیسری میں ’’قل ھواللہ احد‘‘ اور ’’معوذتین‘‘ (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر۱۹

نسائی شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِی الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَاللّٰہُ اَحَد وَلَایُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِ هِنَّ۔

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں ’’سبح اسم ربک الاعلیٰ‘‘ پڑھتے۔ دوسری میں ’’قل یا ایھا الکافرون‘‘ پڑھتے۔ تیسری میں ’’قل ھواللہ احد‘‘ پڑھتے۔ اور سلام ان تین رکعتوں کے آخر میں کہتے تھے۔

حدیث نمبر۲۰

ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَی الْوِتْرِ ثَلٰث'' لَا یُسَلِّمُ اِلَّا اٰخِرِ هِنَّ۔

ترجمہ

فرماتے ہیں۔ اس پر سارے مسلمان متفق ہیں کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ نہ سلام پھیرے مگر آخر میں۔

حدیث نمبر ۲۱

طحاوی شریف نے حضرت ابو خالد سے روایت کی۔

قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْعَالِیَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ هٰذَا وِتْرُ اللَّیْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ۔

ترجمہ

فرماتے ہیں ---- میں نے ابوالعالیہ سے وتر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا---- ہم نے تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی جانا کہ بے شک وتر نماز مغرب کی مثل ہیں۔ یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (یعنی مغرب کے فرض) دن کے وتر ہیں۔

حدیث نمبر ۲۲

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنِ الْبُتَیْرَاءِ اَنْ یُّصَلِّیَ الرَّجُلُ وَاحِدَةً۔

(اس حدیث کو علامہ ذیلعی نے نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۲۰ میں اور حافظ ابن حجر نے درایہ ج ا ص ۱۱۴ میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴ میں بیان کیا)

ترجمہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دُم بدیدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ یعنی اِس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔

حدیث نمبر ۲۳

عن محمد بن کعب القرضی ان النبی ﷺ عن البتیراء

(شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ فیصل الاوطار۔ مکتبہ الکلیات الازہریہ)

محمد بن کعب قرضی بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دُم کٹی (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۲۴

عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ماأجزأت رکعۃ واحدۃ قط۔

(امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ نے مؤطا امام محمد ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المصابع کراچی)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وتر کی ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔

حدیث نمبر ۲۵

عن ابراھیم قال بلغ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان سعدا یوتر رکعۃ فقال ماأجزأت رکعۃ واحدۃ قط۔

ترجمہ

حضرت ابراہیم بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سعد ایک رکعت پڑھتے ہیں تو ابن مسعودؓ نے سخت لہجہ میں ارشاد فرمایا۔ میں وتر کی ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔

علامہ نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے رفیقِ سفر اور خادمِ خصوصی تھے۔ سرکار ﷺ جب اپنے نعلین شریف (جوتے مبارک) اتارتے تو انہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیتے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے نعلین شریف کی حفاظت، اس طریقے سے فرماتے کہ انہیں اپنی آستین میں لپیٹ کر اپنے

سینے سے لگا لیتے۔ اور اپنے دل کو تسکین دیتے۔ اِس طرح نعلین شریف کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ
تو ہم کہیں کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

ایسے رفیق سفر اور خادم خصوصی، کہ جنہوں نے اکثر نمازیں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھیں۔ تو جب وہ فرما رہے ہیں کہ مَا اَجْزَأتْ رَکْعَۃً وَّاحِدَۃً قَطُّ، میں وتر کی ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔

اس کے باوجود، وہابی اہلحدیث کو، سمجھ نہ آئی۔

حدیث نمبر ۲۶

عَنْ عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کان یُصلّی ثلاث عشْرۃ رکعۃ بر کْعتی الْفجْر ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی دو رکعت سنت سمیت، تیراں رکعت پڑھتے تھے۔ یعنی

۸ رکعت نمازِ تہجد۔ ۳ رکعت وتر۔ اس کے بعد ۲ رکعت صبح کی سنت۔

حدیث نمبر ۲۷

عن ابی سلمۃ ابْنِ عبدالرَّحْمن انّہٗ سال عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا کیف کانت صلوۃ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ فی رمضان قالت ماکان یزیْد فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ فصلّی اربعًا وَّلا تسْأل عن حُسْنھنَّ وطُولھنَّ ثُمَّ یصلّی اَرْبعًا ولا تسْأل عن حُسْنھنَّ وطولھنَّ ثُمَّ یصلّی ثلاثًا فقالت عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا فقُلْتُ یا رسول اللّٰہ اتنام قبل ان تُوتر فقال یاعائشۃ اِنَّ عینی تنامان ولا ینام قلبی (رواہ مسلم)

(اس حدیث کوامام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ کراچی میں روایت فرمایا۔ اور امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد.....میں بیان کیا۔ اور اس حدیث کوامام نسائی نے بھی بیان کیا۔ بحوالہ سنن نسائی ج ا ص ۱۷۵ مطبوعہ نور محمد.....)

ترجمہ

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے.....اُنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ ۱۱ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پس (پہلے) ۴ رکعت نفل پڑھتے۔ (اس طرح کہ) اِس کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو۔ پھر ۴ رکعت نفل پڑھتے۔ (اس طرح کہ) اس کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو۔ اس کے بعد ۳ رکعت وتر پڑھتے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں۔ تو جواباً ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

حدیث نمبر ۲۸

عن ابی سلمۃ قال سالت عائشۃ رضی اللہ عنہا عن صلوۃ رسول اللہ ﷺ فقالت کان رسول اللہ ﷺ یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ یصلی ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی رکعتین الخ۔

ترجمہ

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے حضور انور ﷺ (سحری) کی نماز کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور ۱۳ رکعت پڑھتے تھے۔ (یعنی پہلے) ۸ رکعت (تہجد) پڑھتے۔ پھر (۳ رکعت) وتر پڑھتے۔ اور پھر ۲ رکعت (سنت) پڑھتے۔

حدیث نمبر۲۹

عن یحی ابن ابی کثیر قال اخبرنی ابو سلمۃ ان سال عائشۃ رضی اللہ عنہا عن صلوۃ رسول اللہ ﷺ بمثلہ غیر ان فی حدیثہما تسع رکعات قائما یوتر منہن۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ

یحیٰ ابن کثیر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی سحری کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مذکورہ حدیثوں کے علاوہ فرمایا کہ آپ ﷺ نے وتر سمیت ۹ رکعت پڑھیں۔ یعنی کم از کم ۶ رکعت تہجد اور ۳ رکعت وتر۔

حدیث نمبر۳۰

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ لا یسلم فی رکعتی الوتر رواہ النسائی باسناد حسن و رواہ البیہقی فی السنن الکبیرۃ باسناد صحیح۔

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وتر کی (دو) رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ بلکہ تین مکمل کر کے سلام پھیرتے تھے۔

(جاء الحق حصہ دوم)

وتر کی ۳ رکعت پر ائمۂ دین کے اقوالِ زریں

قولِ اوّل

عَنِ الحَسَنِ قَالَ اَجمَعَ المُسلِمُونَ عَلٰی اِنَّ الوِترَ ثَلَاث '' لَا یُسَلِّمُ اِلَّا

فِیْ اٰخِرِھِنَّ۔ (ترجمہ) حسن بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور اس کی صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے۔

(بحوالہ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن)

قولِ ثانی

عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اِنَّہٗ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ۔ (ترجمہ) ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس نے تین رکعت نماز وتر پڑھی۔ آخر میں سلام پھیرا۔

(بحوالہ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن)

قولِ ثالث

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ عَلِیٍّ وَاَصْحَابُ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَا یُسَلِّمُوْنَ فِیْ رَکْعَتَیِ الْوِتْرِ۔ (ترجمہ) ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(بحوالہ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن)

قولِ رابع

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ کَانَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِی الثَّالِثَۃِ مِثْلُ الْمَغْرِبِ۔ (ترجمہ) حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اور مغرب کی طرح تین رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

(بحوالہ حافظ عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ

الاولی ۱۳۹۰ھ۔ شرح صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۴۸۲ فرید بک سٹال لاہور بار اوّل)

قولِ خامس

علامہ سرخسی حنفی کہتے ہیں۔ اِنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثُ رَکْعَاتٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ عِنْدَنَا۔ وَلَنَا حَدِیْثُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَمَا رَوَیْنَا فِیْ صِفَۃِ قِیَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَبَعَثَ اُمَّہٗ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّھَا لِتَرَاقِبَ وِتْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَذَکَرَتْ اِنَّہٗ اَوْتَرَ بِثَلَاثِ رَکْعَاتٍ قَرَأَ فِی الْاُوْلٰی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَۃِ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَۃِ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَد وَقَنَتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَھٰکَذَا ذَکَرَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا حِیْنَ بَاتَ عِنْدَ خَالَتِہٖ مَیْمُوْنَۃَ یُرَاقِبُ وِتْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔

وَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَعْدًا یُوْتِرُ بِرَکْعَۃٍ فَقَالَ مَاھٰذَا الْبُتَیْرَاءُ۔ وَاِنَّمَا قَالَ ذَالِکَ لِاَنَّ الْوِتْرَ اِشْتَھَرَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنِ الْبُتَیْرَاءِ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاللّٰہِ مَااَجْزَأَتْ رَکْعَۃً وَّاحِدَۃً قَطُّ۔ وَلِاَنَّہٗ لَوْجَازَ الْاِنْتِفَاءُ بِرَکْعَۃٍ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلٰوۃِ لَدَخَلَ فِی الْفَجْرِ قَصْرٌ" بِسَبَبِ السَّفَرِ۔

(ترجمہ) "وتر کی تین رکعات ہیں۔ جس میں ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے۔ ہماری دلیل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے۔ جس کو ہم' قیام رسول اللہ ﷺ کی صفت میں' (پہلے) بیان کر چکے ہیں۔ (اس میں یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ۸ رکعات پڑھنے کے بعد' ۳ رکعت وتر پڑھا کرتے تھے)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا' تاکہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے وتر کا مشاہدہ کریں۔ تو انہوں نے آکر بتایا کہ حضور ﷺ نے وتر کی تین رکعتیں پڑھیں۔ پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلٰی" پڑھی۔ دوسری رکعت میں "قل یا ایھا الکافرون" پڑھی۔ تیسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھی۔ اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (جو حضور ﷺ کے سگے چچا' کے بیٹے ہیں)' نے ذکر کیا کہ انہوں نے اپنی خالہ اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کے گھر محض رسول اللہ ﷺ کے وتر کے مشاہدے کیلئے رات گزاری......

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سعد کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ یہ تم کیسی دُم کٹی نماز پڑھتے ہو۔ دوگانہ پڑھو (یعنی اس ایک کے ساتھ دو اور ملاؤ۔ اس طرح تین رکعات پڑھو)۔ ورنہ میں تمہیں سزا دونگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لئے کہی تھی۔ کیونکہ وتر کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ حضور اقدس ﷺ نے دُم بدیدہ (دُم کٹی، یعنی ایک رکعت وتر) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ قسم بخدا میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں جانتا۔ اور اسی لئے بھی (وتر کی ایک رکعت جائز نہیں) کہ اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز کی اجازت ہوتی۔"

وتر کی تین رکعتوں کے ثبوت میں بہت سی احادیث اور اقوالِ ائمۂ دین علیھم الرحمۃ موجود ہیں۔ مگر ۳۰ احادیث اور ۵ اقوال کا یہ حسین و جمیل گلدستہ بطور نمونہ پیش کیا گیا۔

خلاصۂ کلام

ان پیش کردہ احادیث اور اقوالِ ائمہ دین سے یہ واضح ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وتر کی تین رکعات پڑھنے پر عمل رہا۔ اور اسی پر سب مسلمان متفق رہے۔

عقلی تقاضہ

عقلی تقاضہ بھی یہی ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہوں۔ کیونکہ ...... اگر وتر ایک رکعت ہوتی، تو چاہیے تھا کہ کوئی فرض نماز بھی ایک رکعت ہوتی۔ حالانکہ کوئی نماز ایک رکعت نہیں۔ فرض تو فرض رہے کوئی نفل اور سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ بھی، ایک رکعت نہیں۔ فرض نماز دو رکعت ہے، جیسے نمازِ فجر۔ یا چار رکعت ہے، جیسے نمازِ ظہر، نمازِ عصر اور نمازِ عشاء۔ یا تین رکعت ہے، جیسے

نمازِ مغرب۔ اسی طرح' اگر ایک رکعت ممکن ہوتی تو لازمی طور پر سفر کی وجہ سے نمازِ فجر کی قصر' ایک رکعت پڑھی جاتی۔ چنانچہ یہ معلوم ہوا کہ نماز کا ایک رکعت ہونا' نہ صرف اسلامی قانون کے خلاف ہے، بلکہ بعید از عقل بھی ہے۔ ایک رکعت نمازِ وتر نامکمل ہے.....ناقص ہے اور.....سرکارِ دو عالم ﷺ کے فرمان' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور اجماعِ امت' سب کے خلاف ہے۔

چیلنج

گذشتہ احادیث سے' ہمیں یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' اور دوسری رکعت میں ''قل یا ایھا الکافرون'' اور تیسری رکعت میں ''قل ھو اللہ احد'' پڑھا کرتے تھے۔ ان تمام روایات میں مسلسل تین رکعتوں کا' اور ہر رکعت میں علیحدہ علیحدہ سورۃ کے پڑھے جانے کا' ذکر ہے۔

غیر مقلد وہابی یہ بتائیں کہ

اگر نمازِ وتر ایک رکعت ہوتی۔ تو حضورِ اکرم ﷺ یہ سورتیں کیسے پڑھتے تھے؟

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 9

''نمازِ وتر کی آخری رکعت میں، قرأت کے بعد، رکوع سے پہلے' دعائے قنوت ہمیشہ پڑھنا' سنت ہے۔ جبکہ اِس کے خلاف کرنا' سخت برا ہے۔''

مگر' غیر مقلد وہابی' ہمیشہ (یعنی ہر روز، تمام سال) دعائے قنوت پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ صرف ماہ رمضان کی آخری پندرہ تاریخوں میں پڑھنا درست سمجھتے ہیں۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔

دعائے قنوت' نمازِ وتر کی آخری رکعت میں، قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے' تمام سال' پڑھنے کے ثبوت میں' احادیثِ نبوی ﷺ کا' خوبصورت گلدستہ پیشِ خدمت ہے۔

حدیث نمبر ۱ تا ۲

دار قطنی اور بیہقی نے حضرت سوید ابن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال سمعت ابا بكرٍ وَ عمرو عثمان و عليًا رضی الله عنهم يقولون قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی آخر الوتر و كانوا يفعلون ذالک۔

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ سب حضرات فرماتے تھے۔ کہ حضور ﷺ وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی یہی عمل کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳ تا ۶

ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی آخر وترہ اللھم انی اعوذ بک الخ۔

ترجمہ

بیشک رسول اللہ ﷺ اپنی وتر کی آخری رکعت میں' یہ دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ۔ آخر تک پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۷

عن ابی ابن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یاایھا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ویقنت قبل الرکوع۔

(بحوالہ سنن نسائی ج ا ص ۷۵ امطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ترجمہ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ جس کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

نوٹ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ نمازِ وتر کی تیسری رکعت کی قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۸

عن ابی ابن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع۔

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۰۲ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵)

ترجمہ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۹

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان یقنت فی الوتر قبل الرکوع۔

(بحوالہ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰

امام محمد نے آثار میں اور حافظ ابن خسرو محدّث نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت حماد سے، انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انہ کان یقنت السنۃ کلھا فی الوتر قبل الرکوع۔

ترجمہ

بیشک آپ ﷺ نمازِ وتر میں رکوع سے پہلے، تمام سال دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

نوٹ: ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ دعائے قنوت،

۱۔ نماز وتر کی آخری (یعنی تیسری رکعت) میں،

۲۔ قرأت کے بعد،

۳۔ رکوع سے پہلے، اور

۴۔ سارا سال پڑھنی چاہیے۔

دعائے قنوت، نمازِ وتر میں، رکوع سے پہلے اور سارا سال پڑھنے کے ثبوت میں،

اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوالِ ائمہ دین

قولِ اوّل

فَرَاٰی عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْقُنُوْتُ فِی الْوِتْرِ فِی السَّنَةِ کُلِّھَا وَاخْتَارَ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ (ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال قنوت کو مشروع قرار دیتے تھے اور ان کا مسلک تھا کہ رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھ لی جائے۔

(بحوالہ جامع ترمذی ص ۹۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

قولِ ثانی

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَنَتَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ (ترجمہ) اسود بن یزید سے روایت ہے کہ بیشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ وتر میں، دعائے قنوت، رکوع سے پہلے پڑھتے۔

(بحوالہ المصنف ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ)

قولِ ثالث

عَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا یَقْنُتُوْنَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ (ترجمہ) علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (حوالہ سابقہ)

خلاصۂ کلام

اِن تمام احادیث اور اقوالِ صحابہ کرام ؓ میں، یہ کہ..... حضورِ اقدس ﷺ اور اُن کے صحابہ ؓ نے صرف آخری نصف رمضان میں دعائے قنوت پڑھی ہے اور آخری نصف رمضان کے سوا باقی تمام سال، دعائے قنوت نہیں پڑھی.....، کہیں بھی مذکور نہیں۔ بلکہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی روایت سے صراحتاً منقول اور ثابت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اور اُن کے صحابہ ؓ، سارا سال نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں، قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے، دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 10

''وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں بالخصوص نمازِ فجر میں، قنوت پڑھنا سخت منع ہے۔''

مگر 'غیر مقلد وہابی' (جو کہ) وتر میں تو (ماہِ رمضان کی آخری پندرہ تاریخوں کے سوا)' دعائے قنوت نہیں پڑھتے۔ البتہ نمازِ فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد' دعائے قنوت ہمیشہ پڑھتے ہیں جبکہ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ دعائے قنوت فجر کی دوسری رکعت میں' چندروز پڑھی۔ اس کے بعد ترک فرمادی۔ اور پھر کبھی نہ پڑھی۔

چنانچہ' اس باب میں' نماز فجر کی دوسری رکعت میں' دعائے قنوت کے منسوخ ہونے کے بارے میں گلدستۂ احادیث پیشِ خدمت ہے۔

حدیث نمبر ۱ تا ۲

بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انما قنت رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم شَهْرًا اَنَّهٗ کَانَ بَعَثَ اُنَاسًا یُّقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِیْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَ الرَّکُوْعِ شَهْرًا یَدْعُوْعَلَیْهِمْ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ

رسول اللہ ﷺ نے قنوت صرف ایک ماہ پڑھی۔ آپ ﷺ نے ستر صحابہ کو جو قاریٔ قرآن تھے ایک جگہ تبلیغ کیلئے بھیجا وہ شہید کر دیئے گئے۔ تو حضورِ اقدس ﷺ نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کفار پر بد دعا فرماتے ہوئے قنوت پڑھی۔

نوٹ: ایک ماہ کی قید سے معلوم ہوگیا کہ حضورِ اقدس ﷺ کا یہ فعل شریف ہمیشہ کیلئے نہ تھا۔ بلکہ عذر کی وجہ سے صرف ایک ماہ رہا۔ اس کے بعد منسوخ ہوگیا۔

حدیث نمبر ۳

طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم **شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ فَلَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ تَرَكَ الْقُنُوْتَ۔**

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ نے صرف ایک ماہ دعائے قنوت پڑھی (اور عرب کے بعض قبیلوں) رعل اور ذکوان (وغیرہ) پر بددعا فرمائی۔ جب حضور ﷺ غالب آ گئے تو۔ تَرَكَ الْقُنُوْتَ۔ یعنی قنوت چھوڑ دی۔

حدیث نمبر ۴ تا ۵

ابوداؤد نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم **قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهٗ۔**

ترجمہ

یقیناً حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ایک ماہ قنوت پڑھی۔ پھر چھوڑ دی۔

حدیث نمبر ۶ تا ۸

امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ نے حضرت ابو مالک اشجعی سے روایت کی۔

قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ يَا اَبَتِ اِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم **وَاَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ هٰهُنَا بِالْكُوْفَةِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِيْنَ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ قَالَ يَا بُنَیَّ هٰذَا مُحْدَثٌ۔**

ترجمہ

حضرت ابو مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا۔ ابا جی! آپ نے حضورِ اقدس ﷺ اور حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے پیچھے تقریباً پانچ سال، نمازیں پڑھی ہیں۔ کیا یہ حضرات قنوت پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا یہ بدعت ہے۔

نوٹ: معلوم ہوا کہ قنوت نمازِ فجر میں سنتؐ کے بالکل خلاف ہے۔ اور بدعت سیئہ ہے۔ (جاء الحق ج ۲ ص ۸۷)

حدیث نمبر۹ تا ۱۰

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

وكَانَ يَقُوْلُ فِىْ بَعْضِ صَلٰوتِه اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِاَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ"۔

ترجمہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض نمازوں میں فرمایا کرتے تھے کہ خدایا فلاں فلاں عرب کے بعض قبیلوں پر لعنت کر۔ یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ"۔

نوٹ: اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ دعائے قنوت فجر کی نماز میں پڑھنا منسوخ ہے۔

۲۔ حدیث قرآنِ پاک سے منسوخ ہوسکتی ہے۔ کہ اگر نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، تو اس کا نسخ قرآن پاک سے ثابت ہے۔

حدیث نمبر۱۱

ابو محمد بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے عطیہ عوفی سے، انہوں سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم اِنَّهٗ لَمْ يَقْنُتْ اِلَّا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يَّدْعُوْ عَلٰى عُصَيَّةَ وَذَكْوَانَ ثُمَّ لَمْ يَقْنُتْ اِلٰى اَنْ مَّاتَ۔

ترجمہ

انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی...... کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس دن کے سوا قنوت نہیں پڑھی۔ ان چالیس دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عرب کے بعض

قبیلوں) عصیہ اور ذکوان (وغیرہ) پر بددعا فرمائی تھی۔ پھر وفات تک کبھی بھی آپ ﷺ نے (نمازِ فجر میں) قنوت نہیں پڑھی۔

حدیث نمبر ۱۲

حافظ طلحہ بن محدث نے اپنی مسند میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ عَنْ اِبْنِ عَيَّاش عَنْ اِبْرَاهِيْم عَنْ عَلْقَمَه عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِبْنِ مَسْعُوْد رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ لَمْ يَقْنُتْ رَسُوْلُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم فِى الْفَجْرِ اِلَّاشَهْرًا وَّاحِدًا لِاَنَّهٗ حَارَبَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَنَتَ يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ابنِ عیاش سے روایت کیا۔ وہ ابراہیم نخعی سے۔ اور ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نے نمازِ فجر میں کبھی قنوت نہیں پڑھی۔ سوائے ایک مہینہ کے۔

واقعۂ بیر معونہ

غزوۂ احد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینہ ۴ھ میں ابو براء، جو قبیلہ کلاب کا رئیس تھا۔ مدینہ طیبہ میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اہل نجد کی طرف روانہ کریں جو انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اِنِّی اَخْشٰی عَلَیْھِمْ اَھْلَ النَّجْدِ مجھے اندیشہ ہے کہ اہل نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس نے کہا کہ میں آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔ کسی کی مجال نہیں کہ انہیں کوئی نقصان پہنچائے۔ چنانچہ پیغام حق پہنچانے کیلئے حضور ﷺ نے اپنے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ستر افراد ابو براء کے ساتھ کر دیے۔ یہ لوگ نہایت مقدس، درویش اور قاریٔ قرآن تھے۔ ان میں سے اکثر اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم

میں سے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ دن بھر لکڑیاں چنتے، شام کو فروخت کر کے کچھ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کی نذر کرتے اور کچھ اپنے پاس رکھ لیتے۔

اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کا یہ گروہ رضی اللہ عنہم، اہل نجد کے تاریک دلوں کو نورِ توحید سے منور کرنے کی نیت کر کے، ابو براء کی معیت میں روانہ ہوا۔ آخر یہ قافلہ معونہ نامی کنوئیں کے پاس جا کر اترا۔ یہ کنواں، بنی عامر قبیلہ کے علاقہ اور بنی سلیم کے حرہ کے درمیان واقع ہے۔ (حرہ سے مراد پتھریلہ میدان ہے کہ جہاں سیاہ پتھروں کے چھوٹے ٹکڑے بکھرے ہوئے پڑے ہوتے ہیں)۔ یہاں فروکش ہو کر انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ (بنی عامر) کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس بھیجا تا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوبِ گرامی اسے پہنچائیں۔ اس بدبخت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو پڑھنا بھی گوارہ نہ کیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اس نے چپکے سے آ کر پشت کی طرف سے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان، اپنا نیزہ گھونپ دیا، جو اُن کی چھاتی چھیدتا ہوا باہر نکل آیا۔ تو حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی زبان سے بیساختہ یہ جملہ نکلا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ کعبہ کی رب کی قسم! میں نے اپنی زندگی کی بازی جیت لی۔ (سبحان اللہ کس قدر پختہ ایمان ہے)۔ یہ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد، عامر بن طفیل نے آس پاس کے جو قبائل تھے (یعنی عُصَیّہ، رِعْل اور ذکوان)، سب کی طرف آدمی دوڑا دیے کہ تیار ہو کر آ جائیں۔ ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ مسلح ہو کر مٹھی بھر مسلمانوں پر حملہ بول دیا۔ مسلمان اطمینان سے اپنے خیموں میں محوِ گفتگو تھے۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں کے لوگ ان کے ساتھ ایسی غداری کریں گے۔ چنانچہ جب ان قبائل کو ننگی تلواریں لہراتے، نیزے تانے اپنی آتے ہوئے دیکھا، تو مسلمانوں نے بھی اپنی تلواریں بے نیام کر لیں اور ان کے ساتھ مقابلے کیلئے تیار ہو گئے۔ لیکن اس سینکڑوں حملہ آوروں نے ان مبلغین رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو معاف نہ کیا۔

سب کو شہید کر دیا۔

سرکارِ دو عالم کو جب اس المناک سانحہ کی اطلاع ملی، تو حضور کو انتہائی دکھ ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں رِعل، ذکوان اور عُصَیہ قبائل' کہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولِ مقبول کی نافرمانی کی' کیلئے بد دعا فرماتے ہوئے قنوت پڑھی۔ اور جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ لَیسَ لَکَ مِنَ الاَمرِ شَیٔ ء''۔ تو آپ ﷺ نے نمازِ فجر میں قنوت موقوف فرما دی۔

امام طحاویؒ کی تحقیق

امام طحاویؒ نے شرح معانی الآ ثار کے صفحہ ۱۴۲ سے صفحہ ۱۴۹ تک آٹھ صفحات میں' نمازِ فجر میں دعائے قنوت پر بحث کی۔ اور حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر ؓ کی سند کے ساتھ' صحیح روایت سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ قنوت پڑھی۔ پھر جب لَیسَ لَکَ مِنَ الاَمرِ شَیءٌ''. (سورۃ آل عمران پارہ ۴) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے قنوت پڑھنی ترک فرما دی۔ اس کے بعد پھر کبھی کسی (فرض) نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔

(بحوالہ امام جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآ ثار ج ا ص ۱۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

خلاصۂ کلام

تمام فقہاء کا......' حالتِ جنگ ہو یا غیر حالتِ جنگ ہو' وتر میں قنوت پڑھنے پر......' اتفاق ہے۔ جبکہ وتر کے غیر میں (یعنی نمازِ وتر کے علاوہ دوسری نمازوں میں) محض حالتِ جنگ میں حضور ﷺ سے قنوت ثابت ہے۔ اور وہ بھی آیتِ کریمہ لَیسَ لَکَ مِنَ الاَمرِ شَیءٌ''. نازل ہونے کے بعد ترک فرما دی۔ اس آیت کے نزول کے بعد' پھر کبھی قنوت کا پڑھا جانا ثابت نہیں۔ اس طرح وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں دعائے قنوت کی نفی

ہوگئی۔ تو جب وتر کے غیر میں نفی ہوگئی، تو معلوم ہوا کہ قنوت صرف نمازِ وتر کے سبب سے ہی پڑھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسکا اور کوئی سبب نہیں۔

المختصر

ہمارے اس بیان سے ثابت ہوا کہ قنوت صرف نمازِ وتر کے ساتھ مخصوص ہے۔ نمازِ وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں (حالتِ جنگ یا غیر حالتِ جنگ ہو) بالکل' خلافِ سنت ہے۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 11

''مرد کیلئے سنت یہ ہے۔ کہ دونوں التحیات میں داہنا پاؤں کھڑا کرے، اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے۔ جبکہ عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے، اور سرین زمین پر رکھے''

مگر 'غیر مقلد و وہابی' اس کے خلاف کرتے ہیں۔ پہلی التحیات میں مردوں کی طرح بیٹھتے ہیں۔ جبکہ دوسری التحیات میں عورتوں کی طرح بیٹھتے ہیں۔ جو کہ سراسر سنت کے خلاف ہے۔ چنانچہ دونوں التحیات میں داہنا پاؤں کھڑا کر کے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنے کے ثبوت میں' گلدستۂ احادیث پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱

مسلم شریف نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت سے ایک طویل حدیث نقل کی۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

وَكَانَ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصُبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى۔

ترجمہ

آپ ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے۔ اور داہنا پاؤں کھڑا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲ تا ۳

بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قَالَ اِنَّمَا السُّنَّةُ فِى الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصُبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِىَ الْيُسْرٰى زاد النسائى واستقباله باصابعها القبلة۔

ترجمہ

سنت یہ ہے کہ اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں بچھائے۔ نسائی نے اس پر

زیادہ یہ کیا کہ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرے۔

حدیث نمبر ۴ تا ۷

بخاری شریف، امام مالک، ابوداؤد اور نسائی نے سیدنا عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔

اِنَّہٗ کَانَ یَرٰی عَبْدُاللّٰہِ ابْنَ عُمَرَ یَتَرَبَّعُ فِی الصَّلٰوۃِ اِذَا جَلَسَ قَالَ فَعَلْتُہٗ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ حَدِیْثُ السِّنِّ فَنَھَانِیْ عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ سُنَّۃُ الصَّلٰوۃِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَکَ الْیُمْنٰی وَتَثْنِیْ رِجْلَکَ الْیُسْرٰی فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّکَ تَفْعَلُ ذَالِکَ اَنَّ رِجْلَیَّ لَا تَحْمِلَانِیْ۔

ترجمہ

جنابِ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والدِ محترم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ نماز میں چہار زانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بھی ایسے ہی بیٹھا۔ اس وقت میں نوعمر تھا۔ (میرے والدِ محترم) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرو اور بایاں پاؤں بچھاؤ۔ میں نے کہا کہ آپ تو یہ کرتے ہیں (یعنی چہار زانو بیٹھتے ہیں)۔ تو انہوں فرمایا (میرے چہار زانو بیٹھنے کی وجہ یہ ہے) کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے (یعنی معذوری ہے)۔

حدیث نمبر ۸ تا ۹

ترمذی شریف اور طبرانی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰی صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم **فَلَمَّا جَلَسَ یَعْنِیْ لِلتَّشَھُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی۔**

ترجمہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں مدینہ آیا تو میں نے (دل ہی دل

میں' اپنے آپ سے) کہا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا۔ (چنانچہ میں نے دیکھا کہ) جب آپ ﷺ نماز میں (یعنی التحیات کیلئے) بیٹھے۔تو آپ ﷺ نے اپنا بایاں پاؤں بچھادیا۔ اور بایاں ہاتھ' بائیں ران پر رکھ دیا۔ اور دایاں پاؤں کھڑا کر دیا۔

حدیث نمبر١٠

طحاوی شریف نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انہٗ کان یستحبُ اِذا جلس الرَّجُلُ فی الصَّلٰوۃ اَنْ یَّفترش قدمہٗ الیُسرٰی علی الاَرْض ثُمَّ یجلسُ علیھا۔

ترجمہ

آپ مستحب جانتے تھے کہ مرد اپنا بایاں پاؤں زمین پر بچھائے اور اس پر بیٹھے۔

حدیث نمبر١١

ابوداؤد نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلّم اِذا جلس فی الصَّلٰوۃ اِفْترش رجلہٗ الیُسرٰی حتّٰی اِسْوَدَّ ظھرُ قدمہ۔

ترجمہ

نبی کریم ﷺ جب نماز میں بیٹھتے، تو اپنا دایاں پاؤں بچھاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قدم شریف کی پشت سیاہ ہوگئی۔

حدیث نمبر١٢

بیہقی شریف نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث نقل فرمائی۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فاذاجلس فلینصبْ رجلہُ الیُمنٰی والیخفض رجلہُ الیُسرٰی۔

ترجمہ

جب نمازی' نماز میں بیٹھے، تو اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں بچھائے۔

حدیث نمبر ۱۳

طحاوی شریف نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقُلْتُ لَا حْفَظَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ فَلَمَّا قَعَدَ لِلتَّشَهُّدِ فَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ قَعَدَ عَلَيْهَا۔

ترجمہ

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یہ سوچ کر نماز پڑھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (کا طریقہ) یاد کرونگا۔ فرماتے ہیں، کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم التحیات کیلئے بیٹھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایاں پاؤں بچھایا اور پھر اس بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۴

طحاوی شریف نے حضرت ابو حمید ساعدی سے ایک طویل حدیث روایت کی۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فَاِذَا قَعَدَ لِلتَّشَهُّدِ اَضْجَعَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى عَلٰى صَدْرِهَا وَيَتَشَهَّدُ۔

ترجمہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب التحیات کیلئے بیٹھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں پاؤں، (نیچے) بچھا دیا۔ اور داہنا پاؤں، اس کے سینے پر کھڑا کیا۔ (پھر) التحیات پڑھی۔

نوٹ: ان چودہ احادیث کے علاوہ دیگر بہت سی احدیث ہیں کہ جن سے نماز میں بیٹھنے کیلئے دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا ثابت ہے۔

فقہاءِ کرام کے نزدیک

احناف کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں

پاؤں کھڑا کیا جائے اور بایاں پاؤں بچھالیا جائے۔ جیسا کہ اس باب کے اندر مسلم شریف کی پہلی حدیث، حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔

امام مالک کے نزدیک بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورّک (یعنی بایاں پاؤں نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھنا) سنت ہے...... امام شافعی کے نزدیک پہلے قعدہ میں، تورّک کے بغیر بیٹھے اور دوسرے قعدے میں تورّک کے ساتھ بیٹھے...... جبکہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک سجدہ کے بعد بیٹھنے کا طریقہ احناف کے مطابق ہے۔ (بحوالہ شرح نووی مسلم ج ۱ ص ۱۹۵ علامہ نووی)

علامہ ابنِ قدامہ لکھتے ہیں۔

السنة ان یجلس بین السجدتین مفترشا وھوان یثنی رجله الیسریٰ فلیبسطھا ویجلس علیھا وینصب رجله الیمنی ویخرجھا من تحته ویجعل بطون اصابعھا علی الرض معتمدا علیھا لتکون اطراف اصبعھا الی القبلة قال ابوحمید فی صفة صلوۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم ثنی رجله الیسریٰ وقعد علیھا ثم اعتدل حتی رجع کل عظم فی ثم ھو ساجدا۔ وفی حدیث النبی صلی الله علیه وسلم روته عائشة وکان یفرش رجله الیسریٰ وینصب الیمنی۔ متفق علیه۔ (ترجمہ) نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دوسجدوں کے درمیان پیر بچھا کر بیٹھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں موڑ کر بچھائے اور اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں اس طرح نیچے کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں، زمین پر، قبلہ کی طرف جمی رہیں۔ ابوحمید نے حضورِ اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ بایاں پاؤں موڑ کر اور اسے (نیچے) بچھا کر اس پر بیٹھتے اور بالکل سیدھے بیٹھتے۔ حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی۔ پھر اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضور نبی کریم ﷺ کی نماز کی صفت بیان فرمائی۔ اُس میں بھی یہی کہ حضور ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے۔ (یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں موجود ہے)

اور جہاں تک تعلق ہے تورّک (بایاں پاؤں نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھنا) والی

حدیث کا، امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اس کو صحت کی تقدیر، یعنی کبر سنی (بڑھاپے) پر محمول کیا ہے۔

خلاصۂ کلام

ان تمام روایات اور فقہاءِ کرام کی آراء سے، یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ نماز میں بیٹھنے کا صحیح سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بایاں پاؤں نیچے بچھا کر بیٹھا جائے۔ اور جس حدیث میں تورّک کے ساتھ بیٹھنے کا ذکر ہے اس کو امام بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور کبر سنی (بڑھاپے) پر محمول کیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ تورّک کے ساتھ اِس لئے بیٹھے ہیں کہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے تورّک (یعنی دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر سرین پر بیٹھنے) کا، میری امت کیلئے جواز بن جائے۔ اس لئے یہ حدیث کبر سنی یا عذر پر محمول ہے۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

مسئلہ 12

''نمازِ جنازہ میں تلاوت کی نیت سے سورۃ فاتحہ یا کوئی بھی سورۃ پڑھنا منع ہے اور خلاف سنت ہے۔''

مگر' غیر مقلد وہابی' نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا تلاوت کی نیت سے پڑھنا واجب جانتے ہیں۔ چنانچہ ہم نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے نہ پڑھنے کے ثبوت میں گلدستۂ احادیث پیش کرتے ہیں۔

حدیث نمبرا

عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ باب قرأۃ الفاتحہ علی الجنازہ میں ہے۔

وممن كان لايقرء فى الصلوة على الجنازة و منكر عمر ابن الخطاب و على ابن ابى طالب و ابن عمر و ابو هريرة و من التابعين عطاء و طائوس و سعيد و ابن المسيب و ابن سيرين و سعيد ابن جبير و الشبعى و الحكم قال ابن المنذروبه قال مجاهد و حماد والثورى و قال مالك قرَاَةُ الفَاتحَةِ لَيسَتْ مَعمُولاً بِهَا فِىْ بَلَدِ نَافِىْ صَلٰوةِ الجِنَازَة۔

ترجمہ

اور جو حضرات نمازِ جنازہ میں تلاوت نہ کرتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے۔ اُن میں حضرت عمر ابن خطاب، علی ابن طالب، ابن عمر اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہم ہیں اور تابعین میں سے حضرت عطاء طاؤس، سعید بن میسّب، محمد بن سیرین، سعید بن جبیر، امام شبعی اور حکم ہیں۔ ابن منذر کہتے ہیں کہ یہی قول حماد ثوری اور مجاہد کا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر (مدینہ منورہ) میں نمازِ جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ پڑھنے کا کوئی رواج نہیں۔

حدیث نمبر۲

مؤطا امام مالک میں بروایت نافع عن ابن عمر ہے۔

اِنَّ ابنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا کَانَ لَا یَقرءُ فِی الصَّلوٰۃِ۔ (فتح القدیر)

ترجمہ

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ میں تلاوتِ قرآن پاک نہ کرتے تھے۔

حدیث نمبر۳

عَمَّنْ سُئِلَ اَبَا ھُرَیرَۃ کَیفَ یُصَلِّی عَلَی الجِنَازَۃِ فَقَالَ اَبُوھُرَیرَۃ اِنَّا لَعَمرُکَ اَخبَرُکَ اَتَبِعُھَا مِنْ عِندَاَھلِھَا فَاِذَا وَضَعَتْ کَبَّرتُ وَ حَمِدتُّ اللّٰہَ وَصَلَّیتُ عَلٰی نَبِیِّہ ثُمَّ اَقُولُ اَللّٰھُمَّ عَبدُکَ وَابنُ عَبدِکَ وَابنُ اَمتِکَ کَانَ یَشہَدُ۔ (فتح القدیر)

ترجمہ

روایت ہے اس سے کہ جس نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ نمازِ جنازہ کیسے پڑھتے ہیں، تو آپؓ نے فرمایا تمہاری عمر کی قسم میں بتاتا ہوں.....' میں میت کے گھر سے اس کے ساتھ جاتا ہوں۔ جب میت رکھی جاتی ہے، تو تکبیریں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہوں۔ پھر یہ دعا پڑھتا ہوں.....' الٰہی! تیرا یہ بندہ' جو تیرے فلاں بندے اور تیری فلاں بندی کا بیٹا ہے' توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے۔

''غور کیجئے! حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی اس حدیث میں' نماز جنازہ کے اندر حمد، درود شریف اور دعا کا ذکر تو ہے مگر تلاوتِ قرآن پاک کا ذکر بالکل نہیں۔ معلوم ہوا.....' کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان' نمازِ جنازہ میں تلاوتِ قرآن پاک نہیں کرتے تھے''۔

——— (مورخہ ۲۳ دسمبر ۲۰۰۱ء) ———

یہاں تک' اس کتاب کا مسودہ' منگلا کی مرکزی جامع مسجد محمدیہ نوریہ منگلا کالونی میں

بیٹھ کر لکھا گیا۔ اور الحمدللہ اس مسجد میں، میں نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف کی ہیں۔

۱۔ ''فضائل صلوٰۃ و سلام'' صفحات ۳۲۸۔ موضوع: درود شریف کی فضیلت

۲۔ ''فضائل میلاد مصطفیٰ ﷺ'' صفحات ۶۰۸۔ موضوع: میلاد النبی ﷺ کی فضیلت

۳۔ ''اربعین فی فضائل علم دین'' صفحات ۱۵۰۔ موضوع: علم دین کی فضیلت

۴۔ ''قانونچہ جلالیہ'' صفحات ۳۸۸۔ موضوع: علم صرف کے ۶۱ قوانین کی شرح۔

۵۔ ''مرآت العوامل شرح شرح مائۃ عامل'' موضوع: شرح مائۃ عامل کا اردو ترجمہ تشریح اور اردو ترکیب۔

۶۔ ''فضائل اعتکاف'' صفحات ۴۸۔ موضوع: اعتکاف کے فضائل اور مسائل۔

۷۔ ''فضیلت شب برأت'' شب برأت کی فضیلت اور نوافل۔

۸۔ ''ندائے یارسول اللہ ﷺ'' یارسول اللہ ﷺ کہنے کا ثبوت۔

۹۔ ''بیعت طریقت'' بیعت کی ضرورت اور مرشد کامل کے اوصاف۔

۱۰۔ ''سفر حرمین شریفین'' صفحات ۴۸۔

۱۱۔ ''تسکین القلوب'' ۹۷۶ صفحات۔ ۲۰۰ آیات بینات۔ ۱۳۰۰ احادیث رسول اللہ ﷺ۔ ۷۰۰ مسائلِ فقہی پر مشتمل۔ نماز کے فضائل اور مسائل پر شاندار اور لاجواب کتاب۔

۱۲۔ **"Rules & Benefits of Itikaf"**
(an English version of "Fazail-e-Itikaf")

1969ء میں، صوفی محمد صادق کیلانی نے، حضور قبلہ عالم حافظ الحدیث مرشدِ حقانی پیر لاثانی حضرت جلال الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر منگلا کالونی میں امام خطیب کیلئے درخواست کی۔ تو حضور قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ نے منگلا میں خدمتِ دین کیلئے مجھ سیہ کار کی ڈیوٹی لگادی۔

فالحمدللہ رب العالمین۔ کہ میں نے منگلا میں رہ کر مذہبی، ملی، تصنیفی، تدریسی اور

تعمیری بہت کام کیا۔ منگلا کی خوبصورت ترین جامع مسجد (محمدیہ نوریہ) تیار ہوگئی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ڈبل اسٹوری دار العلوم (جلالیہ نقشبندیہ) بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیار ہو گیا۔ یوں نہ صرف مقامی طلباء و طالبات' بلکہ بیرونی اقامتی طلباء و طالبات کی تعلیم، تدریس اور رہائش کا بھی بہترین انتظام اہتمام ہوگیا۔

منگلا کالونی میں 1969ء تا جنوری 2001ء ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑا۔ عقیدت مند، فرمانبردار اور خدمت گزار لوگوں نے اپنی اپنی عقیدت مندی، فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا بھرپور ثبوت دیا اور جان، مالی، آلی قربانیاں دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور دینی دنیاوی بھلائیوں سے مالا مال فرمائے۔

اور ایسے لوگوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کہ جن کی ہر وقت سوچ یہی رہی کہ کس طرح مسجد اور درس کو نقصان پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

مگر الحمد للہ میں نے مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہمت سے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کیا اور 32 سال کا طویل عرصہ' منگلا میں عزت و شان سے گزار دیا۔

اب میرے رب کو یہ منظور ہوا کہ منگلا سے ہزاروں میل دور یہاں دیارِ غیر (برطانیہ) میں دین کی خدمت کرسکوں۔ برمنگھم (برطانیہ) میں میرے آنے کا ظاہری سبب' جامع مسجد محمدیہ نوریہ منگلا کالونی کے ناظمِ اعلیٰ جناب گرامی قدر حاجی محمد مالک صاحب' جو منگلا میں ہماری محفل کے بہترین نعت خوان بھی ہیں' کے فرزندِ ارجمند' اور ہمارے انتہائی تابعدار، خدمت گزار شاگردِ رشید' حافظ خلیل احمد صاحب ہیں۔ جو کہ منگلا میں تو ہر دلعزیز تھے ہی' یہاں یوکے میں بھی معروف ترین شخصیت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اسکی عطا کردہ صلاحیتوں سے' حافظ خلیل احمد صاحب نے اپنی بھرپور کوشش کی۔ اور یہاں کے لوگوں میں میرا تعارف کرایا۔ چنانچہ Jamia Mosque Ghausia, 237, Albert Road, Aston, Birmingham, (U.K.). کی مسجد کمیٹی کے تعاون سے 25 جنوری 2001ء کو اس جامع مسجد کے امام، خطیب حیثیت

سے، مجھے بلوایا گیا۔ دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس جامع مسجد کی کمیٹی کے پرخلوص تعاون اور شاگردِ رشید حافظ خلیل احمد صاحب کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے۔ 25 جنوری 2001ء کی رات اور 26 جنوری کا دن، میری برطانوی زندگی کا آغاز تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں رہ کر باقیہ زندگی میں بھی، اپنے دین کی، خدمت کرنے کی، توفیق عطا فرمائے۔ اس کتاب کا باقی حصہ اِسی جامع مسجد غوثیہ میں بیٹھ کر لکھا جا رہا ہے۔ اللہ کریم اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کے صدقہ سے قبول ومنظور فرمائے۔ (آمین بحرمت نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم)

——— (احادیث پاک کا سلسلہ جاری ہے) ———

حدیث ۴

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَا بَاحَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَلَا اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرَ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ بِشَیْءٍ۔

ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اور حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں کسی آیت کے پڑھنے کو معین نہیں فرمایا۔

(بحوالہ المصنف جلد ۳ صفحہ ۲۹۴ الطبقۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

حدیث ۵

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ ثَلَاثِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَّھُمْ لَمْ یَقُوْمُوْا عَلٰی شَیْءٍ فِیْ اَمْرِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ۔

ترجمہ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے تیس صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کے ساتھ قیام نہیں فرمایا۔

(بحوالہ المصنف جلد ۳ صفحہ ۲۹۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبقۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

حدیث ۶

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قُلْتُ لِفَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدَةَ هَلْ یُقْرَءُ عَلَی الْمَیِّتِ شَیْءٌ" قَالَ لَا۔

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے مقالہ بن عبیدہ سے پوچھا کہ کیا میت پر قرآن میں سے کچھ پڑھا جائیگا۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔

(بحوالہ المصنف جلد ۳ صفحہ ۲۹۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبقۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

حدیث ۷

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ بَرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ "أَأَقْرَءُ عَلَی الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ لَا تَقْرَءُ۔

ترجمہ

حضرت سعید بن ابی بروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بروہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کیا میں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھوں؟ فرمایا نہ پڑھو۔

(بحوالہ المصنف جلد ۳ صفحہ ۲۹۹۔ مطبوعہ مذکورہ)

حدیث ۸

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ سَارَةَ قَالَ سَاَلْتُ سَالِماً أَقُلْتُ الْقِرَأَةَ عَلَی الْجَنَازَةِ فَقَالَ لَاقِرَأَةَ عَلَی الْجَنَازَةِ۔

(بحوالہ المصنف جلد ۳ صفحہ ۲۹۹۔ مطبوعہ مذکورہ)

حدیث ۹

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نمازِ جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے عدم جواز پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولنا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لایوقت لنافی الصلوۃ

على الجنازة دعاء ولا قرآة كبر ما كبر الامام واختر من الدعاء الحيبه وهكذا روى عن عبدالرحمن بن عوف وابن عمر رضى الله عنهما انهما قالا ليس فيهما قرأة شيء من القرآن و تاويل حديث جابر رضى الله عنه انه كان قرء على سبيل الثناء لا على وجه قراء القرآن ولان هذا ليس بصلوٰة على الحقيقة انما هى دعاء وا ستغفار للميت الاترى انه ليس فيهما اركان الصلوٰة من الركوع والسجود و التحية لما بينا فيما سبق انه الصلوٰة فى اللغة الدعاء واشتراط الطهارة واستقبال القبلة لا يدل على انهما صلوٰة حقيقة وان فيها قرأة كسجدة التلاوة ولاترفع الايدى الا فى التكبيرة الاولى الا امام القوم فيها سواء.

ترجمہ

ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جنازہ میں نہ تو کوئی دعا مقرر نہیں فرمائی نہ ہی قرأت ۔ امام کی تکبیر پر تکبیر کہو اور اچھی دعا اختیار کرو۔ اس طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ان دونوں نے فرمایا۔ لیس فیھما قرأت شیء من القرآن نمازِ جنازہ میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں ..... اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو بطورِ ثناء پڑھا نہ کہ بطورِ قرأت ۔ نیز نمازِ جنازہ تو حقیقتاً نماز ہے ہی نہیں ۔ یہ تو صرف میت کیلئے استغفار اور دعا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نمازِ جنازہ کے اندر نماز کے ارکان میں سے' رکوع اور سجود نہیں ہیں؟ ..... (اس کو نماز محض اس لئے کہتے ہیں کہ) لغت میں ''صلوٰۃ'' کا معنی ہے ''دعا''۔ (جبکہ نمازِ جنازہ کیلئے) طہارت اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کی شرط' حقیقی نماز ہونے پر دلالت ہی نہیں کرتی ۔ اور بے شک اس میں قرأت' سجدۂ تلاوت کی مانند ہے۔ اور اسی طرح اس میں تکبیرِ اولیٰ کے سوا رفع یدین بھی نہیں کیا جاتا ۔ امام اور مقتدی دونوں کا اِن مسائل میں ایک ہی حکم ہے۔

خلاصۂ کلام

ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ یا کوئی بھی سورۃ' تلاوت کی نیت سے نمازِ جنازہ میں پڑھنی منع ہے۔ البتہ دعا کیلئے جائز ہے۔ بہر حال دعا کی نیت سے بھی سورۃ فاتحہ کا نہ پڑھنا ہی بہتر اور ضروری ہے۔ کیونکہ سننے والے کو معلوم نہیں کہ سورۃ فاتحہ تلاوت کی نیت سے پڑھی جارہی ہے یا کہ دعا کی نیت سے۔ اور پھر یہ کہ جب ان تمام روایات میں صراحتاً مذکور ہے کہ نمازِ جنازہ میں تلاوت کی نیت سے کوئی بھی سورۃ نہ پڑھی جائے۔ تو پھر بھی پتہ نہیں کیوں؟ وہابی غیر مقلد کو سمجھ نہ آئی۔

﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ﴾

دوسرا حصہ

وہابیوں دیوبندیوں کی فقہ کے

۱۲ مسائلِ عجیبہ

مسئلہ نمبر۱

وہابیہ کے نزدیک پیشاب کرتے وقت اور جماع کرتے وقت، ذکر کرنے سے، بندہ گنہگار نہیں ہوتا۔ اور پاخانہ کرتے وقت، قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی، جائز ہے۔ عبارت حسب ذیل ہے۔

''پیشاب اور جماع کے وقت ذکر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔ اگر کوئی ایسی حالت میں اللہ کا ذکر کرے تو گنہگار نہیں ہوتا۔ پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا بھی جائز ہے، خواہ عمارتوں میں ہو یا میدانوں میں۔

(بحوالہ فقہہ محمدیہ کلاں صفحہ ۱۲-۱۳۔ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری۔)

مسئلہ نمبر۲

''پاک ہے جوٹھا کل درندے کا۔''

(بحوالہ فقہہ محمدیہ۔ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری صفحہ ۲۴)

اس سے معلوم ہوا وہابیوں کے نزدیک خنزیر کا بھی جوٹھا پاک ہے۔

مسئلہ نمبر۳

''چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کتے اور خنزیر کا چمڑا بھی، رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔''

(بحوالہ فقہہ محمدیہ۔ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری)

مسئلہ نمبر۴

''منی ہر چند پاک است۔'' یعنی منی ہر لحاظ سے پاک ہے

(بحوالہ فقہہ محمدیہ۔ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ انسان کی منی ناپاک ہے۔ مگر وہابیہ کے نزدیک' انسان کی منی پاک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پھر یہ غسل بھی نہیں کرتے ہوں گے اور کپڑے پر لگی رہتی ہوگی۔ اور یہ ہر نماز پڑھتے ہوں گے۔ تو پھر ان کی نماز کیسی ہوگی....؟ پھر جو لوگ بڑے فخر سے ان کے پیچھے جا کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کی نمازوں کا کیا حال ہوگا....؟

اور مزید دیکھئے

مسئلہ نمبر ۵

''زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ کتے اور خنزیر کے علاوہ باقی تمام جانوروں کی منی پاک ہے۔''

(بحوالہ فقہہ محمدیہ۔ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری)

مسئلہ نمبر ۶

''اگر قبل اور دُبر کے سوا کسی جگہ سے خون نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔''

(بحوالہ فقہہ محمدیہ۔ صفحہ ۶۱ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری)

مسئلہ نمبر ۷

''اور اس طرح نہیں ٹوٹتا وضو نکسیر پھوٹنے سے کہ وہ بھی مانند خون کے ہے۔''

(بحوالہ فقہہ محمدیہ۔ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری)

مسئلہ نمبر ۸

''اسی طرح وضو نہیں ٹوٹتا سنگی لگوانے سے''

(بحوالہ فقہ محمدیہ۔ از محمد ابوالحسن مصنف فیض الباری)

معلوم ہوا کہ نماز کے اندر وہابیوں کے وضو کا کوئی اعتبار نہیں....' تو جب وضو نہیں تو نماز کیسی؟

مسئلہ نمبر ۹

وہابیہ کے نزدیک' کتا، خنزیر، شراب، بہنے والا خون، یہاں تک کہ مردار بھی' سب پاک ہیں۔

''پس دعوے نجس عین بودن سگ وخنزیر و پلید بودن خمر ودمِ مسفوح وعیون مردار ناتمام است'' یعنی کتے اور خنزیر کو نجس عین کہنا' اور شراب، بہنے والے خون اور عین مُردار کا پلید ہونا' صحیح نہیں۔ (بحوالہ عرف الجاوی۔ صفحہ ۱۰)

مسئلہ نمبر ۱۰

وہابیہ کے نزدیک بجو کھانا جائز ہے۔

بجو صید است یعنی بجو شکار ہے۔ (عرف الجاوی صفحہ ۲۳۵)

مسئلہ نمبر ۱۱

وہابیوں کے نزدیک کتا کنویں میں گر جائے تو کنواں پاک ہے جب تک اس کا

رنگ، بو اور مزا نہ بدلے۔

''سوال: چہ فرمائینکہ علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر سگ در چاہ افتہ چہ حکم است بینوا۔ الجواب: حکم چاہ مذکور آنست کہ اگر آب آں چاہ از اُفتادن سگ متغیر نہ شدہ است بلکہ بہر حال خود است آں چاہ پاک است۔''

سوال: یعنی کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کتا کنویں میں گر جائے تو اس کے پاک کرنے کے بارے کیا حکم بیان کریں۔

الجواب: کنویں مذکور کا حکم یہ ہے کہ اگر کتے کے گرنے سے پانی کنویں کا متغیر نہیں ہوتا بلکہ اپنی حالت پر ہے تو کنواں پاک ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ نذیریہ ۳۰/ا مولوی نذیر الحق)

مسئلہ نمبر ۱۲

وہابیوں کے نزدیک سجدہ تلاوت بے وضو بھی جائز ہے

''سجدہ تلاوت بے وضو نیز ثابت است''

یعنی سجدہ تلاوت بے وضو بھی جائز ہے۔

یہ ان سر پھروں کی فقہ کا حال ہے۔ کہ حلال وحرام کی تمیز ہی ختم ہے۔ عجیب عجیب سے مسائل گھڑنا ان کی عادت ہے۔

لے چلو مدینے کو چارہ گرو

مجھ کو طیبہ کی ہوا چاہیے

نعمتیں دونوں عالم کی دیکر مجھے

پوچھتے ہیں بتا اور کیا چاہیے

عرض ہے میرے آقا ! ﷺ

آپ ملے دو عالم کی دولت ملی

اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے

ہاتھ میں دامنِ مصطفیٰ ﷺ آگیا

اس گنہگار کو اور کیا چاہیے

تیسرا حصہ

وہابیوں دیوبندیوں کے

۱۲ عقائدِ باطلہ

اور

اہلِ سنت والجماعت کے

۱۲ عقائدِ صحیحہ

وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۱

دیوبندیوں، وہابیوں کے نزدیک خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ حوالہ جات پیشِ خدمت ہیں۔

''کذب (جھوٹ) داخل تحت باری تعالیٰ ہے.....، اگر حق تعالیٰ شانہٗ کلامِ کاذب پر قادر نہ ہوگا، تو قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی سے زائد ہو جائے گی۔'' (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۲۰) نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔

صحیح اسلامی عقیدہ

''اللہ تعالیٰ سے جھوٹ' محال بالذات ہے۔''

چنانچہ قرآن کریم سورۃ نحل آیت نمبر ۱۱۶ میں ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَایُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ.

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افتراء کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ اس دنیاوی زندگی کا م برتنا تھوڑا ہے (بالآخر) ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام لگانے والے کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ بلکہ وہ تو جنت کی ہوا بھی' نہیں پائیں گے ..... ''ہم روتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں، مگر افسوس! کہ اشاعت التوحید کے یہ خود ساختہ ٹھیکیدار' اللہ تعالیٰ کے بھی' گستاخ ہیں''۔

چنانچہ قرآن کریم سورۃ صف آیت نمبر ۷ میں ارشاد رب العالمین ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰی عَلٰی

اُلاِسْلَامِ .

(ترجمہ) اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے حالانکہ وہ اسلام کا وعویدار ہے۔

دیوبندیوں، وہابیوں کا بھی یہی حال ہے۔ کہ اپنے آپ کو عالم، فاضل، حافظ، قاری، مفتی، شیخ القرآن، پروفیسر اور ڈاکٹر کہلوانے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افتراء کرتے ہیں.....توحید توحید کی رٹ لگانے والے کہہ گئے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم سورۃ النساء آیت نمبر ۸۷ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا.

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔

اسی طرح قرآن پاک کے سورۃ النساء آیت نمبر ۱۲۲ میں ارشاد گرامی ہے۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً ٥

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی معلوم ہو۔

اللہ تعالیٰ کیلئے جھوٹ ممتنع بالذات ہے جبکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام سچوں سے زیادہ سچا ہے۔ تو اس کا سچا ہونا واجب بالذات ہونا چاہئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہوگا۔

جھوٹ بولنے کی تین وجوہات

جھوٹ بولنے کی صرف تین وجوہات ہوسکتی ہیں

۱۔ بے علمی

۲۔ عاجزی اور

۳۔ خباثتِ نفس..... چنانچہ

(۱) جھوٹ بولنے کی پہلی وجہ 'لاعلمی' سے' اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

ذات تو وہ ہے، کہ جس کا علم اتنا وسیع اور محیط ہے کہ کوئی چیز، کسی وقت بھی اس سے مخفی نہیں۔

سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللہَ لَایَخفٰی عَلَیہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ.

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اس سے پوشیدہ نہیں۔

معلوم ہوا کہ وہ لاعلمی سے پاک ہے۔ اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ، ہر ہر عنصر اس کے علم میں ہے۔

(۲) وہ عاجزی سے بھی پاک ہے کہ تمام قوتوں طاقتوں کا سرچشمہ ہے قادر مطلق ہے۔

(۳) جھوٹ بولا جاتا ہے خباثتِ نفس کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ اس عیب سے بھی پاک ہے۔ جھوٹ تمام عیبوں سے بدتر عیب ہے۔ ہر عیب رب تعالیٰ پر محال ہے۔ وہ جملہ عیبوں سے پاک ذات ہے۔ لہٰذا جھوٹ سے بھی پاک ہے۔

جس طرح دوسرے عیب اللہ تعالیٰ کیلئے ممکن نہیں، ہر قسم کے تمام عیب جیسے چوری، زنا وغیرہ اللہ تعالیٰ کیلئے محال بالذات ہیں اسی طرح جھوٹ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے محال بالذات ہے۔

وہابیہ کا عقیدہ نمبر۲

''انسان خود مختار ہے۔ اچھے کام کرے یا نہ کرے' اللہ تعالیٰ کو اس سے پہلے کوئی علم نہیں ہوتا کہ کیا کرے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس کے کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔''

(بحوالہ بلغۃ الحیران مصنفہ حسین علمی صاحب واں بھچراں صفحہ ۱۵۷)

صحیح اسلامی عقیدہ۲

اللہ تعالیٰ کو کائنات کے ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ کا علم ہے اس سے کچھ مخفی/ پوشیدہ نہیں ہے۔

ارشادِ رب العالمین ہے۔

وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (سورۃ ہود' آیت نمبر۱۲۳)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے' تمام غیب، چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے۔

پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۳۸ میں ارشادِ گرامی ہے۔

رَبَّنَا اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ.

(ترجمہ) اے ہمارے رب بے شک تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں۔

یہ کس کا عقیدہ ہے؟ جدّ الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا' کہ آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ مگر وہابیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جب تک انسان کوئی کام کر نہیں لیتا۔ اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی. (پارہ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر۷)

(ترجمہ) اور اگر تو بات پکار کر کہے، تو بیشک وہ جانتا ہے بھید کو اور اسے بھی جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔

سرّ اور اخفیٰ میں فرق

''سرّ'' یعنی ''بھید، راز'' سے مراد ایسی بات ہے، جو ایک انسان' دوسرے انسان سے چھپاتا ہے۔ اور ''اخفیٰ''، یعنی'' اس سے زیادہ پوشیدہ'' سے مراد وہ خاص بات ہے، جس کو انسان کرنے والا تو ہے' مگر ابھی خود بھی نہیں جانتا کہ میں فلاں کام، فلاں وقت میں کرنے والا ہوں یا کہ نہیں۔ مطلب یہ کہ نہ وہ کام ابھی اس کی نیّت، ارادہ سے متعلق ہوا' اور نہ ہی ابھی اس تک اس کا خیال پہنچا۔

قرآنِ پاک میں تو یہ ارشاد ہوا ہے کہ انسان نے کسی وقت میں جا کر' جو عمل کرنا ہے، کوئی نیکی کرنی ہے، یا بدی.... 'ابھی وہ بات' جو اس کے تصور میں بھی بات نہیں آئی' کہ آج سے اتنے عرصہ بعد اس سے کوئی کام ہونے والا ہے...' اللہ تعالیٰ کی ذات سے' وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ المختصر اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ سب کچھ جاننے والا ہے۔ کچھ بھی اس سے چھپا ہوا، اور مخفی نہیں۔

مگر وہابیہ کا عقیدہ یہ کہ جب تک انسان کوئی کام کر نہیں لیتا اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں آتا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰالِکَ۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے منکر ہیں مگر یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے بھی منکر نکلے۔

وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۳

دیوبندیوں کے نزدیک کلمہ شریف میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ کسی اور کا نام لیا جائے، تو ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حوالہ پیش خدمت ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے خواب اور بیداری کا واقعہ بیان کیا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ کلمہ شریف پڑھنے میں تجھ سے غلطی ہوئی۔ میں اس خیال سے، کلمہ شریف دوبارہ پڑھتا ہوں۔ دل میں تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے محمد رسول اللہ کے، اشرف علی نکلتا ہے۔ یہ سن کر مولوی اشرف علی صاحب فرماتے ہیں، جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو یعنی اشرف علی، وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (رسالہ الامداد صفر ۱۳۲۶ھ منقولہ از سیف علی ۳۵)

صحیح اسلامی عقیدہ

کلمہ شریف کے دو جز ہیں۔ توحید کیلئے لا الہ الا اللہ۔ اور رسالت کیلئے محمد رسول اللہ۔ پہلی جز میں اسم ذات باری تعالیٰ ''اللہ'' کی جگہ کسی اور کا نام لینے سے شرک فی التوحید ہوگا۔ اور نام بدلنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔ دوسری جز میں اسم گرامی ''محمد ﷺ'' کی جگہ، کسی پیر، فقیر، مولوی، فقیہہ، قاضی کا نام لینے سے شرک فی الرسالت ہوگا۔ اور اس طرح کہنے والا بھی کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا۔

بجائے اس کے کہ اس بدبخت پر کفر و شرک کا فتویٰ لگتا، مگر..... چونکہ وہ حضور اقدس ﷺ کے نام شریف کی جگہ، مولوی اشرف علی کا نام لے رہا تھا، اس لئے مسئلہ ٹال مٹول کر دیا۔

وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۴

دیوبندیوں نے جھوٹی نبوت کا فتنہ بویا۔

''اگر آپ ﷺ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی فرض کرلیا جاوے، تو بھی خاتمیت محمدیہ ﷺ میں فرق نہ آوے گا۔'' (بحوالہ تحزیر الناس)

صحیح اسلامی عقیدہ

حضور اقدس ﷺ آخری نبی ہیں۔ قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا جھنڈا لہراتا رہے گا۔ اب کوئی اصلی، نقلی، فرضی نبی نہیں آسکتا۔ اب نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے۔

ارشاد رب العالمین ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّد'' اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْن. (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۰)

(ترجمہ) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں، اور نبوت کے خاتم ہیں۔

دوسری آیت کریمہ

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا. (سورۃ صبا آیت نمبر ۲۸)

اور نہ بھیجا ہم نے آپ کو، مگر تمام لوگوں کیلئے کافی خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا نَبِیّ'' وَّلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. (بحوالہ ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷)

(ترجمہ) میں نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور دوسرے نبیوں کی مثال اس محل کی سی ہے۔ جس کی تعمیر بہت ہی اچھی کی گئی۔ اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ دیکھنے والے اس کے گرد چکر لگاتے تھے اور اچھی تعمیر سے تعجب کرتے تھے۔ سوائے اس اینٹ کے (جو ابھی نہیں لگی تھی)۔ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوضِعَ اللَّبْنَةِ وَ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَ خُتِمَ بِیَ الرَّسُوْلُ. تو میں نے اس اینٹ کی جگہ پُر کر دی۔ مجھ پر انبیاء ختم کر دیئے گئے اور مجھ پر رسول بھی ختم کر دیئے گئے۔ فَاَنَا اللَّبْنَة وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیّین. تو وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں اور آخری نبی بھی' میں ہی ہوں۔

سبحان اللہ! کیسی پیاری مثال دی ہے۔ نبوت گویا نورانی محل ہے، اور حضرات انبیاءِ کرام علیھم السلام' اس کی نورانی اینٹیں، جبکہ حضورِ اقدس ﷺ اُس محل کی آخری اینٹ ہیں کہ جس پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی۔ اِس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے زمانۂ حیات میں یا آپ ﷺ کے زمانۂ حیات کے بعد' کسی نبی کی کوئی گنجائش نہیں۔ تعجب ہے مولوی محمد قاسم نانوتوی پر! کہ جنہوں نے یہ لکھ دیا'' آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جاوے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا'' ثابت ہوا کہ وہابی، دیوبندی ہی بانیُ مرزائیت ہیں۔ انہوں نے گنجائش پیدا کی' تو مرزا غلام قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔

بفضلہٖ تعالیٰ اہلسنّت و جماعت کا مسلک حقہ یہ ہے کہ حضور انور ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے زمانۂ حیات میں یا آپ ﷺ کے زمانۂ حیات کے بعد' کسی کو نبی فرض کرنا' بھی کفر ہے۔

وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۵

رحمۃ للعالمین ہونا، صرف نبی پاک ﷺ کا خاصہ نہیں۔ چودھویں، پندرھویں صدی کا مولوی بھی رحمۃ للعالمین ہوسکتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) حوالہ پیش خدمت ہے۔

استفتاء. کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت ہے یا کہ ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔

الجواب: لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کا نہیں بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہیں۔

صحیح اسلامی عقیدہ

جیسے اللہ تعالیٰ تمام جہان، کائنات کے ذرہ ذر، قطرہ قطرہ کا رب ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ ہر کسی کیلئے باعثِ رحمت ہیں۔ اس نے اپنے متعلق فرمایا۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن. (سورۃ فاتحہ آیت نمبر۱)

(ترجمہ) سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان والوں کا۔

تو اپنے پیارے حبیب ﷺ کیلئے بھی ارشاد فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن. (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۷)

(ترجمہ) ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان والوں کیلئے۔

جیسے اللہ کے سوا کسی اور کو رب العالمین کہنا یا ماننا شرک فی التوحید ہے۔ اور ایسا کہنے والا مشرک فی التوحید ہوگا۔ ایسے ہی حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی بجائے کسی اور کو رحمت للعالمین ماننا یا کہنا شرک فی الرسالت ہے۔ اور ایسا کہنے والا مشرک فی الرسالت ہوگا۔ کیونکہ عالمین کیلئے رحمت ہونا یہ خصوصیت اور صفت صرف اور صرف سرکار دو عالم ﷺ کی ہی ہے۔ اس میں کوئی اور شامل نہیں ہوسکتا۔

وہابیوں کا عقیدہ نمبر ۶

وہابیوں دیوبندیوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رشتۂ اخوت جوڑا۔ خود چھوٹے بھائی بن بیٹھے، اور حضور ﷺ کو اپنا بڑا بھائی کہا۔

(ذات دی کوڑ کرلی چھتیراں نوں جپھے)

حوالہ پیش خدمت ہے۔

''اولیاء، انبیاء، امام زادہ، پیر و شہید' جتنے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں' وہ سب انسان ہی ہیں، اور عاجز بندے اور ہمارے بھائی ہیں۔ مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی ہے۔ وہ بڑے بھائی ہوئے' ہم چھوٹے بھائی۔

(بحوالہ تقویۃ الایمان)

صحیح اسلامی عقیدہ

حضورِ اکرم ﷺ ہمارے روحانی باپ ہیں، بھائی نہیں۔

قرآن کریم کے اندر ارشاد ہوا۔

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ. (سورۃ الاحزاب)

(ترجمہ) اور نبی کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں (بہنیں نہیں)۔

دنیا کا اصول ہے کہ ماں کا شوہر باپ ہوتا ہے، بھائی نہیں ہوتا۔ باقانون الٰہی، بارشادِ قرآنی' جب حضورِ انور ﷺ کی بیویاں ہماری مائیں ہیں، تو آپ ﷺ ہمارے روحانی باپ ہوئے۔ تو پھر جو آپ ﷺ کو بھائی کہے، وہ پلے درجے کا بیوقوف اور احمق ہے۔ ایسا سر پھرا' اپنی ماں کو بہن کہے، اور اپنے باپ کو بھائی کہے..... تو پھر دیکھو کہ معاشرہ اُسکا کیا حال کرتا ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمَنْزَلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُکُمْ

(ترجمہ) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ میں تمہارے لئے باپ کے قائم مقام ہوں۔ (کیونکہ) میں تمہیں سکھاتا ہوں۔

(بحوالہ ابوداؤد جلد اول صفحہ ۳

حضورِ اقدس ﷺ تو فرماتے ہیں کہ میں تمہارا روحانی باپ ہوں۔ نجدی کہتا ہے، بھائی ہیں...... تو کیوں نہ ہم نجدی کا کہنا مسترد کریں اور حضورِ اقدس ﷺ کا فرمانِ عالیشان سر آنکھوں پر رکھیں۔

وہابیوں کا عقیدہ نمبر ۷

وہابیوں، دیوبندیوں کے نزدیک حضور ﷺ بے اختیار نبی ہیں۔

حوالہ پیش خدمت ہے۔

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' (بحوالہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۷)

صحیح اسلامی عقیدہ

حضور پیارے مصطفیٰ، مختارِ زمین و آسمان، وارثِ کون و مکان..... 'بااختیار نبی ہیں، باجمال نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشادِ رب العالمین ہے۔

وَوَجَدَکَ عَائِلاً فَاَغْنٰی. (پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ)

(ترجمہ) اور اے نبی! آپ کو نادار پایا، پھر آپ کو غنی کر دیا۔

دوسرا ارشاد

وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ. (سورۃ توبہ آیت نمبر ۷۴)

(ترجمہ) اور نہیں بدلہ لیا انہوں نے، مگر اس بات کا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا۔

اختیارات مصطفیٰ ﷺ پر احادیث

حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ. (بخاری و مسلم شریف)

(ترجمہ) میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں، تو وہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

یعنی آپ ﷺ کو ان سب کا مالک بنا دیا گیا اور مالک بھی ایسا کہ اختیار والا کہ اپنے اختیار سے جس قدر چاہیں تقسیم فرما دیں اور ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِم"۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

کنجی اپنے خزانوں کی تمہیں دی خدا نے، ہر کار بنایا تمہیں مختار بنایا

بے یار و مددگار کہ جسے کوئی نہ پوچھے، ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے میں نے اپنے حبیب ﷺ کو غنی بنا دیا..... غنی کون ہوتا ہے؟ وہ، کہ جس کے پاس خزانے ہوں اور تقسیم بھی کرے اور حضور مختارِ کُل ﷺ بھی فرما رہے ہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دیدی گئیں، اور میں تقسیم کرنے والا بھی ہوں۔

مگر' وہابی، نجدی یہ کہتا ہے آپ ﷺ تو بے اختیار نبی ہیں ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ نہ صرف قرآن پاک کی آیات بینات کا' بلکہ احادیثِ پاک کا بھی انکار کر کے ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا۔

ارے! آپ سرکار ﷺ کی حکومت و سلطنت کا جھنڈا تو زمین و آسمان پر لہرا رہا ہے.... وہابی کو کچھ نظر آئے تو سمجھے۔

اللہ اللہ شاہِ کونین ﷺ جلالت تیری

فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

وہابیوں کا عقیدہ نمبر ۸

وہابیوں اور دیوبندیوں کے نزدیک کسی ولی اور نبی کی کوئی توقیر نہیں۔

''اور یقیناً یہ جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا۔ وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔'' (بحوالہ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۶)

صحیح اسلامی عقیدہ

اللہ اور رسول ﷺ اور مسلمان عزت دار ہیں۔ ارشاد رب العالمین ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.

(پارہ ۲۸ سورۃ منافقون آیت نمبر ۸)

(ترجمہ) اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور مومنین ہی کیلئے ہے، مگر منافق لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں' کہ نبی، ولی، رسول یہاں تک کہ سب مومنین عزت والے ہیں، لیکن یہ بد بخت دیوبندی اور وہابی' با قانونِ مذکورہ کہ ''ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا.....''، اولیاء اور انبیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ کر رسولوں، نبیوں، ولیوں کی عزت وشان کے منکر ہو کر' منافقین کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ منافقین ہی ایسے بد بخت ہیں جو نبیوں، رسولوں، ولیوں کی عزت کو نہیں جانتے۔

وہابیوں کا عقیدہ نمبر۹

وہابیوں، دیوبندیوں کے نزدیک قبر کے اندر حضور اکرم ﷺ کا جسم پاک' مٹی بن گیا ہے، اور حضور اقدس ﷺ کی ذات مطہرہ پر بہتان لگایا گیا اور یہ لکھا گیا۔

''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' بحوالہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۹

صحیح اسلامی عقیدہ

''نبیوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی''

شہید کی حیات جاودانی کے متعلق قرآن کریم کے اندر ارشاد ہوا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ'' بَلْ اَحْیَاءٌ'' وَّلٰكِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ. (پارہ ۲ رکوع ۳ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مارے جائیں، ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں شعور نہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا. بَلْ اَحْیَاءٌ'' عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ . (پارہ ۴ سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۱۶۹)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مارے جائیں ان کو مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے رزق بھی پاتے ہیں

اس آیت میں شہید کی زندگی کے متعلق' کسی زمانہ یا کسی جگہ کی' اور شہید کے اعمالِ صالحہ، تقویٰ و پرہیز گاری کی' کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ بلکہ کسی زمانہ میں' کسی بھی محاذ پر' کسی بھی مقام پر' جو کوئی بھی' محض اسلام کی سربلندی اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کیلئے' اپنی جان کا نذرانہ دیدے۔ اس نے بظاہر اعمالِ صالحہ نہ بھی بجالائے ہوں..... اللہ تعالیٰ اس کو حیاتِ

جاودانی عطا فرماتا ہے۔

تو نبی، کہ جن کے صدقہ سے، شہید کو یہ رتبہ ملا وہ اس شہید سے بدرجۂ اُولی حیاتِ جاودانی یعنی ہمیشہ کی زندگی کے مالک ہیں۔ یقیناً بالیقین! نبیوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی حدیث میں ارشاد ہوا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ" یُرْزَقُ. (ابن ماجہ صفحہ ۱۱۹)

(ترجمہ) فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے۔ رزق بھی دیا جاتا ہے۔

دوسری حدیث شریف جس کو بیہقی شریف نے روایت کیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاء" فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ. (رواہ البیہقی)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کا فرمان تو یہ ہو کہ نبی زندہ ہیں اور ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ اس کے باوجود وہابی مولوی صاحب کا عقیدہ یہ ہو کہ "نبی مر کر مٹی میں ملنے والا ہے" تو یہ قرآن و حدیث کا انکار اور نبی کی علی الاعلان گستاخی اور توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

انبیاء کو بھی موت آنی ہے مگر یہ کہ فقط آنی ہے

پھر اس موت کے بعد، وہی حیاتِ جاودانی ہے

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۰

روحانی ماں کو بیوی خیال کرنا وہابی کے نصیب میں۔

''ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (اشرف علی تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا تو میرا یعنی مولی اشرف علی تھانوی کا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا کہ کم سن عورت ہاتھ آئے گی۔ (رسالہ الامداد ۱۳۱۵ھ سیف علی صفحہ ۳۵)

نعوذ باللہ من ذالک۔

صحیح اسلامی عقیدہ

حضور اقدس ﷺ کی بیبیاں مسلمانوں کی روحانی مائیں ہیں۔

ارشادِ رب العالمین ہے۔

وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُم. یعنی نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

جو اپنی ماں کو، بلکہ اپنی اُس روحانی ماں کو کہ جو اللہ کے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، اپنی بیوی خیال کرے، اُس سے بڑھ کر حرامی کون ہوگا؟ سوچو ان لوگوں کے خیالات کتنے گندے ہیں کہ ایک شخص خواب میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے اور پریشان ہوکر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے خواب بیان کرتا ہے تو مولوی اشرف علی صاحب بجائے اس کے کہ اس سے توبہ کیلئے کہتے.....اس کو کہتے ہیں کہ ''یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس سے تمہاری نسبت ہے وہ منبع سنت ہے'' اور دوسرا شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے گھر جارہی ہیں تو مولوی اشرف صاحب جی ہی جی میں، خوش ہوکر کہتے ہیں ''کم سن عورت ہاتھ آئے گی'' (نعوذ باللہ من ذالک)

مسلمانوں غور کا مقام ہے۔ جس مذہب کے مقتدایان کے ایسے خیالاتِ باطلہ، فاسدہ ہوں کہ ماں کو بیوی سمجھنے لگیں اور باپ کو بھائی کہیں، ان کے متبعین کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟

وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۱۱

وہابیہ کے نزدیک امتی بسا اوقات اعمال میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ عبارت پیش خدمت ہے۔

''انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں، تو علوم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات، بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔'' (تحذیر الناس مولوی محمد قاسم نانوتوی صفحہ ۵)

صحیح اسلامی عقیدہ

نبی کی عبادت کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ کُل جہاں کی عبادت ایک طرف، نبی کی عبادت ایک طرف۔ نبی کی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

ارشاد رب العالمین ہے۔

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً (سورۃ المزمل آیت نمبر ۱ تا ۴)

(ترجمہ) اے چادر اوڑھنے والے محبوب رات کا کچھ حصہ قیام کیجئے۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم، یا اس پر کچھ زیادہ، اور قرآن پاک خوب ترتیل سے پڑھئے۔

سید عالم، فخر بنی آدم ﷺ چادر شریف میں لپٹے ہوئے آرام فرما تھے۔ کہ اس حالت میں آپ ﷺ کو ندا کی گئی ''یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ'' یہ ندا بتلاتی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پیاری ہے۔ جس حالت میں تشریف فرما ہوں، اس حالت کا پورا نقشہ کھینچ کر بتا دیا جاتا ہے۔ اور محبوب کی ادا کو قرآن کریم کی آیت بنا دیا جاتا ہے (سبحان اللہ!)۔ اور پھر نبی پاک ﷺ کو، عبادت میں اختیار دیا جاتا ہے کہ محبوب رات کا کچھ حصہ قیام کرو، نصف رات

'یا اس سے کچھ کم' یا اس سے کچھ زیادہ۔

اب کون ہے؟ کہ جس کو عبادت میں اختیار دیا جائے۔ اب ایک رات تو کیا' کوئی ساری زندگی بھی' عبادت میں کھڑا رہے، تو یہ فرمان نازل نہیں ہو گا کہ تُو آدھی رات کھڑا ہو یا اُس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ۔ تو معلوم ہوا کہ نبی کی چند لمحوں کی عبادت' ایک طرف اور دنیا بھر کے عبادت گزاروں، سجدہ گزاروں کی عبادت و ریاضت' ایک طرف۔ سارے جہاں کے عابدین، ساجدین کی تمام نمازیں مل کر بھی' میرے نبی ﷺ کے ایک سجدے کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ کی نمازوں کی مقبولیت یقینی ہے۔ جبکہ ہماری نمازوں کی مقبولیت کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ محض اللہ تعالی کے فضل پر موقوف ہے۔

وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۱۲

دیوبندیوں کے نزدیک نبی کریم ﷺ جیسا علم تو معاذ اللہ کتے، بلے، خنزیر کو بھی حاصل ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حفظ الایمان کی عبارت پیش خدمت ہے۔

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم لگایا جانا' اگر بقول زید' صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کُل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علمِ غیب تو زید، عمرو، صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے حاصل ہے۔ (بحوالہ حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۷)

صحیح اسلامی عقیدہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا و مافیھا کے تمام علومِ غیب کیلئے اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کو چن لیا ہے۔

ارشادِ رب العالمین ہے

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ. (پارہ ۵ سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۱۷۹)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کرے، لیکن اپنے رسولوں میں سے جن کو چاہتا ہے علمِ غیب کیلئے چن لیتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کرے'' آیت کے اس حصے میں' زید، عمرو، صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم وغیرہ کی نفی آ گئی اور ''لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے، علم غیب کیلئے چن لیتا ہے'' اس فرمانِ عالیشان میں حضور اقدس ﷺ علم غیب کیلئے اللہ تعالیٰ کے چناؤ میں آ گئے۔ اس لئے سرکار دو عالم ﷺ کا

صفاتی نام شریف ہوا ''مجتبیٰ ﷺ''۔ لفظ ''یجتبی'' جو کہ آیتِ مذکورہ میں ہے، مضارع کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی ہے ''چن لیتا ہے'' اور اسی سے اسمِ مفعول کا صیغہ ''مجتبیٰ'' ہے۔ جس کا معنی ہے ''چن لیا گیا''...... یہ علم غیب کیلئے حضور ﷺ کی تخصیص نہیں تو اور کیا ہے؟

اور ارشاد ہوا۔

تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ. (پارہ ۱۲ سورۃ ھود آیت نمبر ۴۹)

(ترجمہ) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ قرآن مجید جو آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، غیبی خبریں ہیں۔ جبکہ مصنف حفظ الایمان نے لکھتا ہے کہ ایسے علومِ غیبیہ تو صبی و مجنون اور کتے، بلے، خنزیر کو بھی حاصل ہے۔ نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذَالِکَ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض علومِ غیبیہ' جن کو قرآن کہا جاتا ہے' ہر فرد حیوان اور صبی و مجنون پر بھی نازل ہیں، تو ہمارے خیال میں مصنف مذکور کیلئے' جو قرآن شریف نبی کریم ﷺ پر اترا ہے' کی اتباع' کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ کسی لڑکے یا مجنون یا حیوان کتے بلے پر نازل شدہ قرآن پر ایمان لے آتے۔ اور آؤ آؤ کرتے پھرتے۔ ہائے افسوس! اُمتِ مصطفےٰ ﷺ پر یہ بھی وقت آنا تھا۔ کہ فی زمانہ کسی رئیس، کسی امیر، کسی چوہدری، کسی راجہ، کسی ملک، کسی وزیر بلکہ پولیس کے کسی معمولی سپاہی کی توہین' اتنی آسان نہیں جتنی کہ حضور نبی پاک ﷺ کی۔ بس جس کا دل چاہتا ہے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کو افتراق و انتشار میں ڈالنے کیلئے' حضور اقدس ﷺ کی تحریری، تقریری توہین کرلے۔ کوئی پوچھنے بلانے والا ہے ہی نہیں۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے، خصوصاً آجکل بدعقیدہ علماء سے.....

الحمد للہ رب العالمین! کتاب کا یہ حصہ (جس میں وہابیہ کے عقائدِ باطلہ اور

پھر اہل سنت والجماعت کے عقائد صحیحہ مختصر ترین دلائل کے ساتھ بیان کیے گئے) بھی اپنے اختتام کو پہنچا۔ میں نے پوری کوشش کی کہ انتہائی اختصار کے ساتھ اِن اہم ترین ''۱۲ مسائل و ۱۲ عقائد'' کو ضبطِ تحریر میں لاسکوں۔ یہ محض اہلِ سنت و الجماعت کو اِن بے دینوں کے دامِ فریب سے بچانے کی مخلصانہ کاوش تھی۔ اگر دورانِ مطالعہ کوئی صاحب' تحریر میں کوئی سقم ,کوئی کمی و بیشی محسوس کریں تو ازراہِ عنایت مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی درستگی کی جاسکے۔

اختتامی دعا

اے میرے پیارے مولا! صدقہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کا' اس تحریر کو قبول و منظور فرما اور امتِ مصطفیٰ ﷺ کو' اپنے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کی' عقائد باطلہ سے بچنے کی' عقائدِ صحیحہ اپنانے کی اور اعمالِ صالحہ بجالانے کی' توفیق عطا فرما۔

یہ تحریر مرکزی جامع مسجد محمدیہ نوریہ منگلا کالونی ضلع جہلم پاکستان میں شروع کی گئی تھی اور آج جامع مسجد غوثیہ آسٹن' برمنگھم' برطانیہ میں' 23 مئی 2001ء بوقت صبح ساڑھے دس بجے' ختم ہوئی۔

الراجی الی رحمت ربہ المنان

پیر حافظ محمد زمان نقشبندی قادری

خطیب جامع مسجد غوثیہ ' ۲۳۷ ' البرٹ روڈ '

آسٹن ' برمنگھم ' برطانیہ

دینی گھرانے کے چشم و چراغ اور درویش صفت انسان اور

• فضائل میلادِ مصطفیٰ • فضائل علم دین • قانونچہ جلالیہ • فضائل صلوٰۃ وسلام

مرآت العوامل کے مصنف دار العلوم جلالیہ نقشبندیہ کے مہتمم اور

ممتاز عالم دین

حضرت علامہ حافظ محمد زمان نقشبندی کا

تعارف

رپورٹ:۔ چوہدری دلدار محمد شیراز گورالہ نمائندہ نوائے وقت۔ جنگ منگلا ڈیم۔

ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولنا حافظ محمد زمان نقشبندی منڈی بہاؤالدین کے رہنے والے ہیں۔ تحصیل پھالیہ کے قریب ایک قصبہ "بھرے" ۱۹۴۵ء میں پیدائش ہوئی۔ قبلہ موصوف حافظ صاحب کے والد محترم حضرت میاں محمد عظیم صاحب (مرحوم) نہایت ہی ملنسار اور اپنے کردار کی وجہ سے اپنی برادری اور عوام میں مقبول تھے (قبلہ حافظ صاحب) دار العلوم محمدیہ رضویہ بھکھی شریف سے فارغ التحصیل ہیں۔ اور شیخ القرآن والحدیث حضرت سید محمد جلال الدین شاہ نور اللہ مرقدہ آستانہ عالیہ بھکھی شریف کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ شیخ الحدیث حافظ صاحب موصوف پر خاص شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جناب قبلہ حافظ صاحب گوجرانوالہ اور لاہور میں امامت، خطابت درس وتدریس کے فرائض سرانجام دے چکے ہیں۔ اور اب عرصہ ۲۶ سال سے منگلا کالونی کی جامع مسجد محمدیہ نوریہ (جو کہ مرکزی حیثیت رکھتی ہے) جس میں خطابت امامت کے فرائض بخوبی سرانجام

دے رہے۔ حضرت قبلہ حافظ صاحب مدظلہٗ کی منگلا میں تشریف آوری سے قبل منگلا درس و تدریس سے محروم تھا۔

قبلہ حافظ صاحب ۱۹۶۹ء میں حضور قبلہ عالم حافظ الحدیث سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بھکھی شریف کے فرمان عالیشان پر منگلا تشریف لائے اور عرصہ تین سال بعد ۱۹۷۲ء میں جامع مسجد محمدیہ نوریہ کے نام سے ایک خوبصورت مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور دوست احباب کے تعاون سے اس کو تعمیر کیا۔ اس مسجد کی زیارت کرنے سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

قبلہ حافظ صاحب نے جامع مسجد محمدیہ نوریہ کے متصل دارالعلوم جلالیہ نقشبندیہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں کافی تعداد میں طلبائ، طالبات ناظرہ قرآن پاک۔ حفظ القرآن۔ تفسیر القرآن۔ کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ قبلہ حافظ صاحب نے چند سالوں سے درس نظامی کی کلاسیں شروع کی ہوئی ہیں۔ جن میں ہونہار طلباء وطالبات نمایاں پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔

حضرت مولنا حافظ محمد زمان نقشبندی نے مرکزی انجمن محبانِ مصطفٰے کی بنیاد رکھی جس کے زیر اہتمام ۱۲ ربیع الاول کو منگلا کالونی میں ایک عظیم الشان جلوس نکالا جاتا ہے اور انجمن کے تحت جشن عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر بہترین سجاوٹ کرنے والوں کو انعامات دیئے جاتے ہیں۔ اور انجمن کے زیر اہتمام ۱۳ ربیع الاول بعد از نماز عشا دستار فضیلت بسلسلہ میلاد پاک عظیم الشان جلسہ ہوتا ہے۔

دارالعلوم جلالیہ نقشبندیہ میں مقامی طلبا و طالبات کثیر تعداد میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بیرونی طلباء بھی دارالعلوم میں تعلیم حاصل کر رہے

ہیں۔ جن کے اخراجات قبلہ حافظ صاحب اور معاونین حضرات برداشت کرتے ہیں۔ قبلہ حافظ صاحب نہایت ہی ملنسار انسان ہیں۔ اور ان کی میٹھی گفتگو کی وجہ سے جی چاہتا ہے۔ کہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سنتے ہی رہیں۔

قبلہ حافظ صاحب اپنے بہترین اخلاق اور ملنسار رویہ کے تحت یہاں کے عوام و خواص میں خاصے مقبول ہیں۔ شب و روز دین کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے میں دو تہائی سے زائد وقت مسجد میں گزارتے ہیں۔ یہ مشاہدے کی بات ہے۔ کہ ہم جس وقت گئے دن رات صبح و شام سویرے اندھیرے حافظ صاحب کو مسجد ہی میں پایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عشقِ رسولؐ کی دولت سے بھی نوازا ہے۔ بڑے مہمان نواز اور غریب پرور انسان ہیں۔ تعلیمات قرآنیہ عظمت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور شان صحابہ کے پرچارہیں۔

ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ایک سلجھے ہوئے مصنف بھی ہیں۔ حافظ صاحب موصوف بفضلہ تعالےٰ سات کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔ فضائل صلوٰۃ وسلام

جو عصر حاضر میں درود شریف کے مقدس موضوع پر نہایت محققانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ ایک ایسی جامع کتاب ہے۔ جس کا ہر جملہ دلنشین اور ہر سطر دلگداز ہے۔ روح کی غذا ایمان کی ضیاء ہے۔ فضیلت درود شریف اور الطاف نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکرِ جمیل سے سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

حافظ صاحب موصوف کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت

اور ان کے سینے میں دین کی تڑپ کا واضح ثبوت یہ ہے۔ کہ انہوں نے اس کتاب (فضائل صلوٰۃ وسلام) کے تقریباً ۲۰۰۰ نسخے مشائخ عظام، علمائے کرام طلباء اور عوام وخواص میں مفت تقسیم کردیئے۔ مشائخ عظام اور علمائے کرام نے اس کتاب کو پسند کیا۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔

۲۔ فضائل علمِ دین

اس کتاب میں چالیس ان احادیث کی شاندار تشریح کی گئی ہے۔ کہ جن میں فضیلت علمِ دین، فضیلت طالب علم اور فضیلت عالم دین بیان کی گئی ہے۔ یہ سلیس اردو زبان میں ہے۔ عام فہم کتاب ہے۔ ایک ایک جملہ دل میں اتر جانے والا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے۔ کہ حافظ صاحب کو دین سے کتنا لگاؤ ہے۔ اور دین کی ترقی کا کتنا احساس ہے۔ اس کتاب کا پورا نام "اربعین فی فضائل علم دین" ہے۔ اور اس کتاب کو علمی حلقوں میں خاصی مقبولیت حاصل ہے۔

فضائل میلاد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

حافظ صاحب قبلہ نے سنہ ۱۹۹۰ء ۱۴۱۱ھ ربیع الاول شریف میں میلاد مصطفےٰ کے عنوان پر کتاب النعمۃ الکبریٰ علی العالم کی فصل فی بیان فصل مولد النبی ﷺ سے چودہ اقوال صحابہ وبزرگانِ دین کا ترجمہ مع عربی بعنوان فضائل میلاد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے ... اکی ہزار کی تعداد میں عوام وخواص میں مفت تقسیم کردی۔

بحضورِ اقدس شیخ القرآن حضرت مولانا حافظ محمد زمان نقشبندی

از: قاضی محمد اکبر منگلا ہملٹ

حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی ،

میں تاں تن من سب کچھ واردیاں — تسیں جت گئے میں ہار گیاں
سب سنگ سہیلڑیاں لنگ پار گیاں — میرا توں ہیں مان تران جی

حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی

پیراہن مبارک کالا رکھدا اکر کے نقل رسولی — چٹی پگ عمرے ہتھے سوہے جیونکر گل بکاوٹی
جنہاں سبق عشق دا پڑھیا نہیں ڈردے ڈر خاز ببولی — یاد کیتا اتے سب کچھ لیتا اللہ دا فرمان جی

حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی

ہر دم مسجد اندر رہندا کردا ذکر ربانی — عاشق مدنی ماہی دا مرشد دا دلجانی
قول اپنے دا محکم یارو ہے کوئی مرد بیجانی — علم اہدے دی وسعت سیو جیویں عرفات دا میدان جی

حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی

شام سویرے مسجد اندر رہندا گل پھل لاوندا — نفی اثبات دا پانی دیکے بغیا خوب سجاوندا
رنگ برنگے بوٹے لا کے من اپنا پرچاوندا — اک عالم تے اک حافظ بنیا کیسے کیتا حفظ قرآن جی

حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی

منبر تے چڑھ تقریر سناوے ڈاڈی جیبھ سُریلی — ہر پاسے خوشبوئی ہلے جیونکر عطر چنبیلی
میں اناں تے کو ہجا یارو نہ کوئی سنگی بیلی — مارو کانگ چڑھی ہر پاسے نہ کوئی جان پچھان جی

حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی

دولہا بہشت نگر دا میڈھا مرشد چند بدر دا — پیر جلال الدین سوہنا جانے بھیت اندر دا
اللہ دی بین بجا کے مارے ناگ کفر دا — لا الہ دی پھیر بہاری آیا الا اللہ تد جان جی

حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی

حافظ صاحب بخش بے ادبی اکبر کلا جھلا — کی جاناں کی ہویا میں تھیں ایسا کم اولا
جدھر جاواں دھکے کھاواں توبہ اللہ اللہ — کرم کرو میرے سوہنے مرشد صدقہ رب رحمانی جی
حافظ محمد زمان جی بڑے مہربان جی

۴۔ قانونچہ جلالیہ

قبلہ حافظ صاحب کی محنت اور قابلیت کا اس کتاب سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لغت پر قلم اٹھانی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

قارئین کرام! میں نے قبلہ حافظ محمد زمان نقشبندی صاحب کو خلوت میں جلوت میں دیکھا ہے۔ اور میں نے صاحب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ حافظ صاحب نہایت سفید پوش آدمی ہیں۔ چھ کتب کا تصنیف اور طباعت کے مراحل سے گزر کر منظر عام پر آجانا۔ یہ " ایں سعادت بزور بازو نیست " کے مطابق سمجھتا ہوں۔ کہ حافظ صاحب کا اس میں اپنا کمال نہیں۔ بلکہ قدرت نے ان کو دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے۔

۵۔ فضائل و مسائل اعتکاف

اس کتاب میں حافظ صاحب قبلہ نے اعتکاف کی فضیلت اور اعتکاف شریف کے مسائل بڑے اچھے اور عام فہم انداز میں بیان فرمائے۔ اور حافظ صاحب کی طرف سے یہ کتاب پاکستان اور آزاد کشمیر میں ہر سال میں مفت تقسیم کی جاتی ہے۔

۶۔ فضائل میلاد مصطفٰے (کامل) علیہ التحیۃ والثناء

یہ ماشاءاللہ حافظ صاحب قبلہ کی چھٹی کتاب ہے۔ مضمون کے اعتبار سے یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اس کتاب میں ۲۰ باب ہیں۔ روح کی غذا، ایمان کی ضیاء ھر طالب علم کے لئے قندیلِ رحمت۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کے ۶۰ صفحات حرمین شریفین میں بیٹھ کر حافظ صاحب نے تحریر فرمائے۔ ۲۰ صفحات مسجد حرام مکہ شریف میں۔ اور ۴۰ صفحات مسجد نبوی میں مدینہ شریف میں۔ یہ کتاب خود پڑھیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔

حضرات! قدرت نے حافظ صاحب کو جہاں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی خوبی ان میں ہے۔ کہ تراویح اور شبینوں میں منزل خوبصورت انداز میں پڑھتے ہیں۔ اور منزل کی روانی کا یہ عالم ہوتا ہے۔ جیسے دریا کا پانی بڑی مستی سے رواں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہ رمضان شریف میں آپ کی اقتداء میں کثیر تعداد میں لوگ تراویح ادا کرتے ہیں۔

قبلہ حافظ صاحب کو اللہ تعالےٰ نے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی۔ قبلہ حافظ صاحب اپنے زیر سایہ تعلیم حاصل کرنے والوں پر بڑی شفقت فرماتے ہیں۔ اور ہر ایک پر مہربان ہیں۔ یہ تاثرات صرف میرے ہی نہیں۔ ہر ایک کے ہیں۔ لیکن اتنی شفقت کے باوجود دین کے خلاف شریعت کے خلاف کوئی غلطی ہو جائے تو گرفت بھی فرمایا کرتے ہیں۔

قبلہ حافظ صاحب کے بڑے بھائی حضرت گرامی قدر استاد الحفاظ مولنا

حافظ محمد اعظم نقشبندی صاحب (مرحوم) بھی جید عالم دین تھے۔ اور جامع مسجد جمال مصطفےؐ ریلوے سٹیشن منڈی بہاؤ الدین کے خطیب تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ خدمت دین میں گزار دیا۔

نذرانہ عقیدت

بخدمت اقدس استاد محترم جناب حافظ محمد زمان صاحب۔

(چوہدری محمد اکرم وڑائچ موضع سار وکی گجرات)

داخلہ لیا ہے ہم نے ترجمۃ القرآن میں
دیکھیئے کیا لکھا جاتا ہے ہمارے میزان میں

ان کے فیض سے خالی کوئی گوشہ نہیں
درس کے سوا کوئی ان کا پیشہ نہیں

اپنا فرض اس خوبی سے نبھایا ہے
حضورؐ کی رحمت کا ان پہ سایہ ہے

مشعلِ محمدیؐ نے ہزاروں دل روشن کر دیئے
دین کی مالا میں انمول نگینے جڑ دیئے

سینکڑوں کو ناظرہ قرآن پڑھایا ہے
بہت کو حفظ قرآن کرایا ہے

درسِ نظامی بھی خوب پڑھایا ہے
فقہ تفسیر کا ہر نقطہ سمجھایا ہے

تہجد کے لئے اٹھ جانا ہے معمول ان کا
درود ہو گا بارگاہ رسالت میں قبول ان کا

اکرم تجھے بھی منزل نصیب ہو جائے گی
روز محشر جب محمدؐ عربی کی دید ہو جائے گی

سلسلۂ قادریہ سے خلافت و دستار خلافت

ء ان ۱۹۹۲ء میں حضرت قبلہ حافظ صاحب کی تصنیف کردہ کتاب فضائل میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رونمائی کے لئے عظیم الشان محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد ہوئی۔ جس میں حضور قبلہ مناظرِ اسلام شانِ اسلام منبع فیوض و برکات

نعزالی دوران جامع دردمنداں خطیب پاکستان حضرت علامہ حافظ قاری پیر سید صاحبزادہ محمد عرفان شاہ صاحب خلیفۂ مجاز آستانہ عالیہ قادریہ بغداد شریف نے حضرت قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی دینی مذہبی تدریسی تصنیفی خدماتِ جلیلہ رفیعہ کی اپنے مخصوص اندازِ فکر اور اپنے مخصوص الفا سے بڑی خوبصورت تعریف فرمائی اور سلسلہ قادریہ سے **خلافت** عطا فرمائی اور اپنے نورانی ہاتھوں سے **دستارِ خلافت** بھی سر پر باندھی اور **محقق اہلسنّت** کا لقب بھی عطا فرمائی۔

تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کیلئے خدمات

محققِ اہلسنت حضرت مولانا پیر حافظ محمد زمان نقشبندی قادری صاحب ۱۹۹۲ء سے لے کر ہر سالانہ و ششماہی امتحان میں مختلف امتحانی سنٹروں میں ناظم امتحان (سنیئر سپرنٹنڈنٹ) کے عہدہ پر فائز ہو کر طلبہ کے ملک گیر ادارہ تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کی خدمت کر رہے ہیں۔

جامعہ احسن القرآن سنٹر دینہ میں سالانہ امتحان کے لئے ۱۹۹۲ء میں ناظم امتحان (سنیئر سپرنٹنڈنٹ) کی ڈیوٹی ادا کی۔

جامعہ رحمانیہ اویسیہ بغدادیہ میرپور سنٹر امتحان تھوتھال میں سن ۱۹۹۳ء سالانہ امتحان کے لئے ناظم امتحان کی ڈیوٹی ادا کی۔

جامعہ رحمانیہ اویسیہ بغدادیہ میرپور سنٹر امتحان مسجد نزد ڈاکٹر فضل داد سن ۱۹۹۳ء ضمنی امتحان کی ڈیوٹی ادا کی۔

جامعہ رحمانیہ اویسیہ بغدادیہ میرپور سنٹر امتحان بوہڑ کالونی میں ۱۹۹۴ء کے سالانہ امتحان کے لئے ناظم امتحان کی ڈیوٹی ادا کی۔

جامعہ رحمانیہ اویسیہ بغدادیہ میرپور سنٹر امتحان پوٹھر کالونی ۱۹۹۴ء ضمنی امتحان کے لئے ناظم امتحان کی ڈیوٹی ادا کی۔

جامعہ اویسیہ بغدادیہ سنٹر امتحان مرکزی جامع مسجد مفتی عبدالحکیم میرپور میں جنوری ۱۹۹۵ء سالانہ امتحان کے لئے ناظم امتحان کی ڈیوٹی ادا کی۔

محقق اہلسنت پیر حضرت قبلہ حافظ صاحب نے تنظیم المدارس کی ہدایت اور اصول وضوابط کے مطابق ہر سال بلکہ ہر بار امتحان لے کر تنظیم المدارس کے وقار کو بلند کیا ہے۔ اگر کوئی امیدوار نقل لگاتا ہوا پکڑا جائے تو اس کی مضبوط گرفت کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسے امیدوار کی معافی کے متعلق درخواست کرے تو قبلہ حافظ صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ میں تنظیم المدارس کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔ حضرت پیر قبلہ حافظ صاحب ارشاد فرماتے ہیں افسوس کہ ہر امتحان میں نقول کا بازار گرم ہوتا ہے۔ اور طلبا امتحان کے دوران ایسی ایسی شرمناک حرکتیں کرتے ہیں۔ جو ناقابل بیان ہیں۔

۱۹۹۳ء سے لیکر نماز فجر میں ایک سال کے قلیل عرصہ میں قرآن پاک ختم

حضرت قبلہ پیر حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور خوبیوں سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نماز فجر میں ایک سال کے قلیل عرصہ میں قرآن پاک ختم فرماتے ہیں جو کہ یکم ماہ رمضان کی نماز فجر کو شروع ہوتا ہے۔ انتیس شعبان المعظم کو نماز عشا میں ختم ہوتا ہے۔ پاکستان میں شاید ایسی کوئی مثال ملے۔ اور مرکزی جامع مسجد محمدیہ نوریہ منگلا کالونی کے نمازیوں کی خصوصیت اور خوش نصیبی ہے۔

مرآت العوائل لکھ کر حضرت پیر قبلہ حافظ صاحب نے طلباء اور طالبات پر احسان عظیم فرمایا ہے اور رہتی دنیا تک حضرت پیر قبلہ حافظ صاحب کا نام روشن رہے گا۔ اتنے محدود وسائل میں ۵۸ صفحات پر مشتمل کتاب کی طباعت قبلہ حافظ صاحب کا بڑا کارنامہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ الحدیث
اربعین
فی
فضائلِ علمِ دین
مؤلفہ
مولانا حافظ محمد زمان نقشبندی
مہتمم دار العلوم جلالیہ نقشبندیہ (رجسٹرڈ) خطیب جامع مسجد محمدیہ نوریہ منگلا کالونی
شعبہ نشر و اشاعت
دار العلوم جلالیہ نقشبندیہ (رجسٹرڈ) منگلا کالونی